الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

فروری 2023

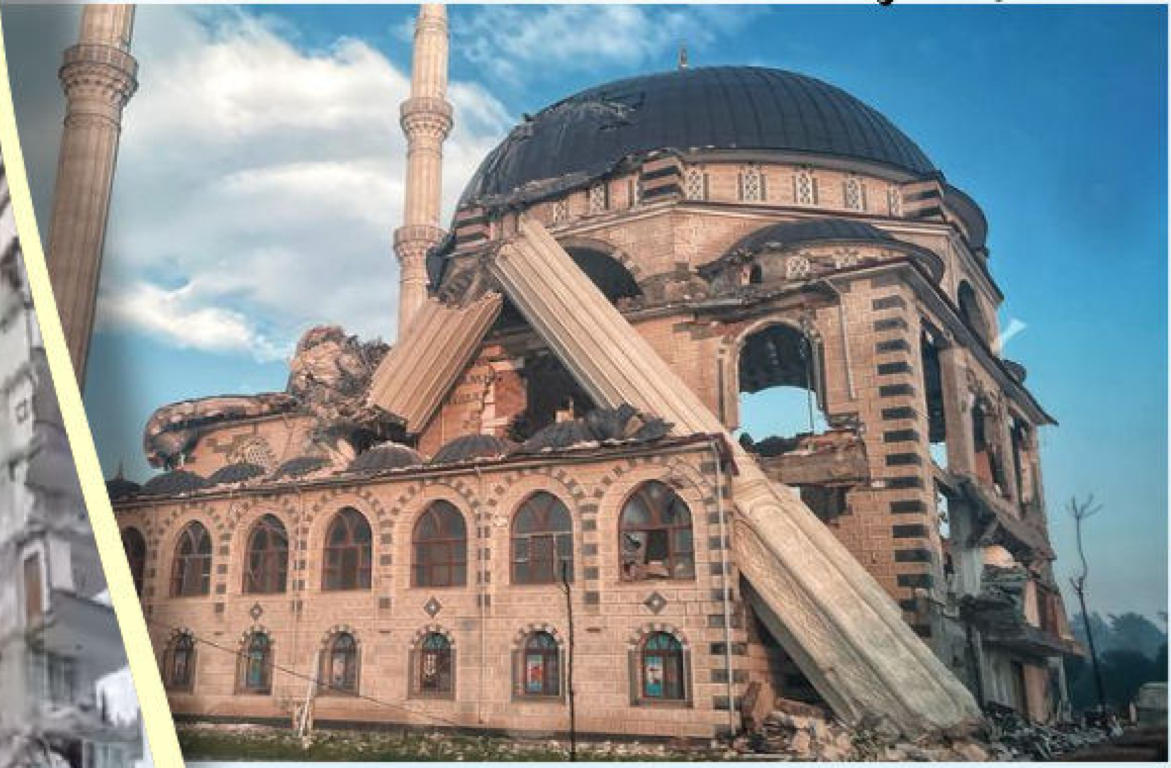

صحابیِ رسول حضرت سیدنا انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ صدیقہ کائنات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ زلزلہ کیوں آتا ہے؟ ام المومنین نے فرمایا جب لوگ زنا کو حلال کرلیں، شراب پینے لگیں اور گانے بجانے کے مشغلہ کو اپنالیں تو پھر اللہ کی غیرت جوش میں آتی ہے اور زمین کو حکم ہوتا ہے کہ زلزلہ بپا کردے۔ اگر اس علاقے کے لوگ توبہ واستغفار کرلیں اور اپنی بداعمالیوں سے باز آجائیں تو ان کے حق میں بہتر ہے ورنہ ان کے لئے ہلاکت ہے۔

فقیہ امت حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک مرتبہ کوفہ میں زلزلہ آیا تو انہوں نے اعلان عام کیا کہ اے لوگو! یقیناً تمھارا رب تم سے ناراض ہوگیا ہے اگر اس کی رضامندی چاہتے ہو تو فوری اس کی طرف رجوع کرو اور اجتماعی توبہ کرو ورنہ اسے یہ پرواہ ہرگز نہیں ہوگی کہ تم کس وادی میں ہلاک ہوتے ہو۔

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی و علمی ترجمان

ماہ نامہ

اشرفیہ

مبارک پور

زیر سرپرستی

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ

عبدالحفیظ عزیزی

سربراہ اعلیٰ

الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

THE ASHRAFIA MONTHLY Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404

جلد نمبر 47 شمارہ 2 | فروری 2023ء | رجب المرجب 1444ھ

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ : مبارک حسین مصباحی

منیجر : محمد محبوب عزیزی

تزئین کار : مہتاب پیامی

مجلس مشاورت

مولانا محمد احمد مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی

مولانا محمد ادریس بستوی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یو۔پی۔ ۲۷۶۴۰۴

+91 9935162520 (Manager)

زر تعاون

قیمت عام شمارہ: 30 روپے

سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے

سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

750 روپے

دیگر بیرونی ممالک

$25 امریکی ڈالر £20 پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

Email : ashrafiamonthly@gmail.com
mubarakmisbahi@gmail.com
info@aljamiatulashrafia.org

BHIM

BHIM UPI Payments Accepted at

ASHRAFIA MONTHLY

ASHRAFIA MONTHLY
A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس بستوی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ	جنوبی ترکی اور شام میں قیامت صغریٰ	مبارک حسین مصباحی	5
	مطالعۂ قرآن		
تفہیمِ قرآن	راہِ خدا میں خرچ کرنے کے فضائل وآداب	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	8
	مطالعۂ حدیث		
تفہیمِ حدیث	فضائل ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	مبارک حسین مصباحی	11
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علماے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	15
	نظریات		
فکرِ امروز	مدارس-نیا ڈریس کوڈ	شاہ خالد مصباحی	17
	اسلامیات		
شعاعیں	توحید فی المحبۃ	مبارک حسین مصباحی	20
نقطۂ نظر	معتزلہ، تفسیر کشف اور علامہ زمخشری	ریاض فردوسی	26
	شخصیات		
انوارِ حیات	مبلغِ اسلام مولانا رحمت اللہ کیرانوی	سید منور علی شاہ بخاری	30
ذکرِ خیر	سید محمد اکمل اجملہ	ڈاکٹر سید منہاج الدین اجملی	35
	اساطینِ تصوف		
ذکرِ جمیل	ام المومنین زیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا	مفتی محمد اعظم مصباحی مبارک پوری	37
	بزمِ دانش		
فکر و نظر	شبِ براءت، عبادات اور غریبوں کی غم گساری	مولانا محمد ساجد رضا مصباحی/محمد زاہد رضا/غلام عبدالقادر تیغی	40
	ادبیات		
گوشۂ ادب	فرزندانِ اشرفیہ بحیثیت مدیران	ڈاکٹر صدر الاسلام مصباحی	46
نقد و نظر	کلامِ اسد	تبصرہ نگار: مبارک حسین مصباحی	51
تجزیہ	مصباحی صاحب کی حیات وخدمات کا خوب صورت مرقع	مولانا محمد عرفان قادری	53
خیابانِ حرم	مناقب	داغ دہلوی/سید اولاد رسول قدسی/ارشاد احمد شیدا مصباحی	55
	مکتوبات		
صداے بازگشت	روزنامہ انقلاب/سید صابر حسین شاہ بخاری		56
	سرگرمیاں		
خیر و خبر	دار العلوم اہلِ سنت مدرسہ قاسمیہ، آسام/مولانا کلیم اشرفی شریفی کو پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض/دعوتِ اسلامی کے زیرِ اہتمام جلسۂ معراج النبی ﷺ کا اہتمام/نظامِ تعلیم کی تباہی قوم کی تباہی		58

جنوبی ترکی اور شام میں قیامت صغریٰ

مبارک حسین مصباحی

اس وقت جنوبی ترکی اور شمالی شام میں ہلاکت خیز زلزلوں کا الم ناک ہنگامہ ہے، 7.8 کے تباہ کن جھٹکوں نے دونوں ملکوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ترکی کے دس شہروں میں قیامت صغریٰ کا منظر ہے۔ ترکی اور شمالی شام میں زبردست نقصانات ہوئے ہیں۔ ہر طرف ہاہا کار کا عالم ہے۔ انڈیا اور دیگر کثیر ملکوں سے ادویات، راحت رسانی کے سامان اور ریسکیو ٹیمیں بھیجی گئی ہیں۔ سچ یہ ہے کہ جب کوئی ناگہانی مصیبت اور بلا آتی ہے تو مظلوموں کی مدد کرنا عین سعادت کی بات ہے آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ دونوں زلزلہ زدہ مقامات سے زندگی کے آثار بارہ دن بعد تک زندہ افراد کی شکل میں نظر آرہے ہیں۔

ترک خبر رساں ادارے ٹی آرٹی کے مطابق امدادی کارکنان نے بتایا کہ ہیلن نامی بچے کی حالت ٹھیک ہے اور اسے طبی یونٹ کی نگرانی میں رکھا گیا ہے۔ اسی طرح آدیامان صوبے میں سرچ اور ریسکیو ٹیم نے ایک ہی خاندان کے چار افراد کو ملبے کے نیچے سے زندہ نکال لیا۔

متحدہ عرب امارات کے گیلنٹ نائٹ 2 آپریشن کے تحت قہرمان مرعش صوبے میں پانچ گھنٹے کی تلاش اور امدادی کارروائی کے بعد ماں، بیٹے اور دو بیٹیوں پر مشتمل ایک شامی خاندان کو ان کے گھر کے ملبے سے زندہ نکال لیا گیا۔ اماراتی طبی ماہرین نے خاندان کو ہسپتال لے جانے سے پہلے فوری مدد فراہم کی۔

زلزے کی تباہی کے ساتھ ہی قدرت بھی اپنے کرشمے دکھا رہی ہے۔ شام میں قیامت خیز زلزلے نے ہر طرف تباہی مچادی، عمارتیں ملبے کا ڈھیر بن گئیں اسی ملبے تلے ایک بچی نے جنم لیا لیکن پیدا ہوتے ہی یتیمی ملی اور اپنوں کا ساتھ چھوٹ گیا۔ زلزلے سے جہاں زندگیاں ختم ہو رہی تھیں وہیں ٹنوں ملبے تلے ایک نئی زندگی کا جنم ہوا اور دو روز قبل ملبے تلے دبی خاتون نے ایک بچی کو جنم دیا تھا تاہم وہ خود جہان فانی سے کوچ کر گئی تھی۔ عرب میڈیا کے مطابق اس زلزلے میں نومولود بچی کی والدہ عفرا، والد عبداللہ المیحان، چار بھائی اور خالہ جاں بحق ہو گئے، جب کہ گھر مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔ امدادی کارکنوں نے کئی گھنٹوں کی جدوجہد کے بعد نوزائیدہ بچی کو ملبے سے نکال کر ہسپتال منتقل کر دیا۔ بچی کے جسم پر متعدّد زخم اور خراشیں تھیں اور شدید سردی کے باعث ہائپو تھرمیا ہو گیا تھا۔ ہسپتال کے حکام کا کہنا ہے کہ بچی کی حالت اب مستحکم ہے۔

زلزلے کے ملبے تلے سے نوزائیدہ بچی کا زندہ نکل آنا اور ایک والد کا اپنی مردہ بیٹی کا ہاتھ تھامے رکھنے جیسے مناظر ترکیہ اور شام میں آنے والے بدترین زلزلے کے نتیجے میں جنم لینے والے انسانی المیے کی عکاسی کرتے ہیں۔

اس دوران ترکیہ کے صدر رجب طیب اردغان نے متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا اور زلزلہ زدہ اضلاع میں حالات اور امدادی کاروائیوں کا جائزہ لیا۔ ترک حکومت ان لوگوں کی رہائش کے لیے سخت جدوجہد کر رہی ہے جن کے مکانات منہدم ہو گئے ہیں، یا آفٹر شاکس کی وجہ سے ان کا وہاں رہنا بہت زیادہ خطرناک ہے۔ لاکھوں افراد نے رات ہاسٹل، اسکولوں، مساجد اور دیگر عوامی عمارتوں میں گزاری۔ ان افراد کو خوراک اور دیگر بنیادی امداد کی فراہمی ایک چیلنج بن گیا ہے۔ موسم سرما میں آنے والی اس تباہی نے علاقے کی سڑکوں کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا ہے، اس کے علاوہ بہت سے مقامی ہوائی اڈے بند ہیں۔

نشریاتی ادارے سی این این ترک نے رپورٹ کیا کہ امدادی کارکنان نے آج ترکیہ میں منہدم ہونے والی عمارت کے ملبے سے ایک خاتون سیبل کایا کو زندہ نکال لیا چار دن بعد ملبے تلے دبے چار دن کے بچے اور اس کی ماں کو زندہ نکالنے پر رضا کاروں کے حوصلے بلند ہو گئے اور لوگوں کے زندہ ملنے کی امیدیں جاگ اٹھیں۔ جیسے ہی ملبے کے ڈھیر سے کسی زندہ شخص کا نکالا جاتا ہے فضا اللہ اکبر اور الحمد اللہ کے نعروں سے گونج اٹھتی ہے۔ ہر چہرے پر خوشی واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ معذور ہونے والوں کی تعداد بھی کہیں زیادہ ہو سکتی ہے۔ زلزلے میں چند نوزائیدہ بچے ملبے کے ڈھیر میں دبنے کے باوجود زندہ حالت میں نکالے گئے۔ یہ مناظر دیکھ کر ہر ایک کی آنکھ اشکبار ہو گئی۔

ٹنوں وزنی ملبے تلے ایک ایسے باپ کی لاش بھی ملی جسے ملبے سے نکالا گیا تو اس کی گود کی حصار میں ایک زندہ بچہ ملا۔ باپ نے خود کو قربان کر کے اپنے بچے کو بچالیا تھا۔ زلزلے کے چار دن بعد ایک عمارت کے ملبے سے 10 دن کے نوزائیدہ بچے کو بھی زندہ نکالا گیا اور خوش قسمتی سے اس

کی ماں بھی زندہ تھی۔ دنوں ایک اور زندگی پانے پر بے پناہ خوش تھے۔ پہلی منزل پر ملبے میں آدھے دبے اور آدھے لٹکے بیٹے کو بچاتے باپ کو دیکھا گیا۔ بیٹا جب دم توڑنے لگتا ہے تو باپ اسے کلمہ پڑھنے کی تاکید کرتا ہے۔

ابرار کالونی میں سرچ اینڈ ریسکیو ٹیم نے ملبے تلے سخت محنت کے بعد 8 سالہ بچے کو بچالیا۔ صوبہ حطائے کے ضلع انتاکیا میں تباہ شدہ اپارٹمنٹ کے ملبے کے نیچے ایک خاتون کو 116 گھنٹے کے بعد بچالیا گیا۔ قاہر امان ماراش میں ٹیموں نے سخت محنت کے نتیجے میں 20 سال کے نوجوان اور 51 سالہ شخص کو 112 گھنٹے بعد ملبے سے بچالیا گیا۔ قاہر امان ماراش کے اسی محلے میں ملبے میں تلاش اور بچاؤ کا کام جاری رکھتے ہوئے ٹیموں نے 34 سالہ شامی شہری حسن کو 117 گھنٹے بعد ملبے سے نکال لیا۔ جاں بحق ہونے والوں کی اجتماعی تدفین کے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔ زخمیوں کو ہسپتالوں میں طبی امداد دی جا رہی ہے۔ زلزلے سے متاثر ہونے والوں کے جذباتی اور نفسیاتی مسائل کے لیے تھراپیز بھی کروائی جائیں گی۔ زلزلے کے اثرات آہستہ آہستہ ختم ہوجائیں گے۔ عمارتیں دوبارہ تعمیر ہوجائیں گی، شہر آباد ہوجائیں گے۔ رونقیں بھی بحال ہوجائیں گی لیکن یہ نا قابل فراموش ناگہانی آفت جن کے پیاروں کو نگل گئی وہ زندگی بھر ایک خلش محسوس کرتے رہیں گے۔ ضرورت اس امر کی بھی ہے کہ موسمیاتی تبدیلیوں سے نبرد آزما ہونے کے لیے جامع پالیسی بنائی جائے۔ آسمان کو چھوتی عمارتوں اور کنکریٹ کے جنگل آباد کرنے کے بجائے مکانوں کی تعمیر کے لیے ایسی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے کہ کسی حادثے کی صورت میں جانی نقصان کم سے کم ہو۔

حطائے میں، اردن کے بچے اور اس کی ماں کو زلزلے کے 90 گھنٹے بعد ملبے سے بچالیا گیا۔ غازی اینتپ میں ملبے تلے دبے 17 سالہ عدنان نامی نوجوان کو 94 گھنٹے بعد بچالیا گیا۔ 80 گھنٹے بعد جنوبی ترکی کے شہر انطاکیہ میں 12 سالہ میلڈا اتاس زندہ پائی گئیں۔ باب الحواکراسنگ کے ایک عہدیدار نے اے ایف پی کو بتایا کہ امدادی قافلے نے باغیوں کے زیر قبضہ شمال مغربی شام میں ترکیہ کی سرحد عبور کی، یہ زلزلے کے بعد اس علاقے میں پہلی ترسیل ہے۔ الحواکراسنگ شامی حکومتی فورسز کے زیر کنٹرول علاقوں سے گزرے بغیر اقوام متحدہ کی امداد یہاں کے شہریوں تک پہنچنے کا واحد راستہ ہے۔

ترکیہ میں ملبے تلے دبے ایک شخص کو 104 گھنٹوں بعد اس حال میں زندہ نکالا گیا کہ قرآن پاک کی روشن آیات اس کے زبان پر مسلسل جاری تھیں، ریسکیو اہلکار ملبہ ہٹا کر جب اس تک پہنچے تو اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ ملبے میں بری طرح دبے ہونے کے باوجود تلاوت کلام پاک میں مشغول تھا۔ ریسکیو اہلکاروں نے 47 سالہ شخص کو بحفاظت نکالا اور ہسپتال منتقل کر دیا جہاں انھیں طبی امداد فراہم کی جا رہی ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ مذکورہ شخص کی حالت خطرے سے باہر ہے۔ بچاؤ کی ایسی ہی ایک اور کارروائی ہفتہ کے روز اس وقت کامیابی سے ہمکنار ہوئی، جب ریسکیو ٹیموں نے ترک صوبے غازی انتپ میں پانچ دن سے اپنے منہدم گھر کے ملبے کے نیچے پھنسے ہوئے پانچ افراد پر مشتمل ایک پورے خاندان کو زندہ بچالیا۔

اب تک دونوں ملکوں میں مرنے والوں کی تعداد 46 ہزار سے زائد پہنچ چکی ہے، میڈیائی رپورٹ کے مطابق ترکی میں چالیس ہزار سے زائد ہے اور شام میں چھ ہزار سے زائد ہے۔ جیسے جیسے ملبوں کو ہٹایا جا رہا ہے کچھ نہ کچھ لاشیں مل رہے ہیں۔ دونوں ملکوں میں زندہ افراد کے ملنے کی تعداد آٹھ ہزار سے آ گے ہے۔ دونوں ملکوں میں ستر لاکھ سے زائد بچے ہیں جن میں کچھ جاں بحق، اکثر یتیم اور کچھ بے گھر ہیں۔ دونوں ملکوں میں 84 ارب ڈالر سے زیادہ کا نقصان بتایا جا رہا ہے۔

دنیا بھر میں ترکی اور شام کے تباہ کن اور قیامت خیز زلزلوں کا ہنگامہ ہے۔ یہ بلا شبہ عذاب الٰہی ہے۔ سائنس داں زلزلوں کے اسباب پیش کرتے ہیں، مگر یہ طے شدہ ہے کہ اصل سبب ذات الٰہی ہے وہ جہاں چاہتا ہے آندھی، طوفان تباہ کن بارش، جان لیوا بیماریاں، حد نظر اڈتی موجوں سے سیلاب، زمینوں کا دھنسنا اور پھٹنا، چھوٹی اور بڑی عمارتوں کا تہس نہس ہوجانا، ہوٹلوں اور مولوں کا ریزہ ریزہ ہوجانا، نا قابلِ برداشت شدید سردی اور گرمی ہونا، کھانے اور پینے کے سامانوں سے محروم ہوجانا، زندگی کے لوازمات کا ختم ہوجانا، اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے ہی اہل خانہ کا گرتی عمارتوں میں دب جانا، ماں باپ کا آفتوں کا شکار ہوجانا، ان ہی کی آنکھوں کے سامنے چہیتی اولاد کا کسی ناگہانی بلا کا شکار ہو کر جان دے دینا۔ زنا کاریوں اور بدکاریوں کا عام ہوجانا، نیم برہنہ رہنا اور نت نئے خلاف شرع فیشن اختیار کرنا، کھلے عام رقص و سرود کی گندی محفلیں جمانا، بدکاری اور حرام خوری میں مبتلا ہوجانا، سود دینے اور لینے میں افراد کا ملوث ہونا، جوا کھیلنا اور حرام کام کی عادت ڈالنا وغیرہ۔

زلزلے نے چالیس سیکنڈ میں ہزاروں بوڑھوں، بچوں اور جوانوں کو پلک جھپکتے ہی موت کے شکنجوں میں کس دیا، لاکھوں لوگ آرام کی نیند سوئے ہوئے تھے، گھر کے سامان گرنے لگے، لگتا تھا طویل عمارتوں اور لاکھوں ٹن کی بلڈنگوں کو کوئی جھولا جھلا رہا ہے۔ بے شمار بچے یتیم ہوگئے، ازدواج کے رشتے ٹوٹ کر بکھر گئے، دوستیوں کے بندھن ٹوٹ گئے، بہنوں سے بھائیوں کا ساتھ ہمیشہ کے لیے ٹوٹ گیا۔ اس دوران کئی کئی بلڈنگوں کے مالک بے یارو

مدد گار پڑے ہیں۔ ہوٹلوں کے مالک دبے کچلے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے دولت مند ہزاروں ٹن کی بلڈنگوں کے بوجھ کے نیچے آخری سانس لے رہے ہیں۔ عجیب وغریب ہو کا عالم ہے۔ ہر طرف موت کا سایہ ہے۔ جو کسی طرح بچ گئے ہیں سخت سردی نے ان کے اوسان خطا کر دیے ہیں، نگاہوں کے سامنے اعزہ واقارب وزنی بلڈنگوں میں کراہ رہے ہیں مگر خود میں بھاری وزن اٹھانے کی سکت نہیں، مدد گاروں کے لیے چیخ پکار جاری ہے۔

اب آئیے اسلامی نقطہ نظر ملاحظہ فرمائیے۔ قرآن عظیم اور احادیث نبویہ میں قرب قیامت کی بہت سی نشانیاں پیش کی گئی ہیں۔ تفصیل کا یہ موقع نہیں ہم بس چند احادیث پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

امام بخاری نے اپنی کتاب الصحیح البخاری کتاب الاستسقاء باب ماقیل فی الزلازل والآیات میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک روایت نقل کی ہے جس میں رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک علم کو اٹھا نہیں لیا جاتا۔ اس وقت کثرت سے زلزلے آئیں گے۔ ایک زمانہ دوسرے کے قریب تر ہوگا، فتنہ وفساد ظاہر ہوگا، ہرج میں اضافہ ہوگا یہاں تک کہ مال و دولت کی فراوانی اس طرح ہوگی جیسے ابل پڑے گی۔

جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی دوسری حدیث میں رسول اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرب قیامت کی نشانیوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جب مال غنیمت کو گھر کی دولت سمجھا جانے لگے، امانت میں خیانت کی جائے، زکوٰۃ کو بوجھ سمجھا جائے، دینی تعلیم دنیا کے لئے حاصل کی جائے، آدمی بیوی کی اطاعت کرنے لگے، اولاد ماں کو ستانے لگے، دوستوں کو قریب اور والدین کو دور کر دیا جائے، انسان سے ڈر کر اس کی عزت کی جانے لگے، گانے بجانے والی عورتیں اور سامان تعیش کی کثرت ہو جائے، شرابیں پی جانے لگیں، امت کے بعد میں آنے والے لوگ پہلے لوگوں پر لعنت ملامت کرنے لگیں تو پھر اس زمانے میں سرخ آندھیوں اور زلزلوں کا انتظار کرو اور زمین میں دھنس جانے اور صورتیں مسخ ہو جانے اور آسمان سے پتھر برسنے کے بھی منتظر رہو اور دیگر آفات وبلیات اور نشانیوں کا انتظار کرو جو اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے کسی لڑی کا دھاگہ ٹوٹ جائے تو لگاتار اس کے دانیں گرتے رہتے ہیں۔

صحابی رسول حضرت سیدنا انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ صدیقہ کائنات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ زلزلہ کیوں آتا ہے؟ ام المومنین نے فرمایا جب لوگ زنا کو حلال کرلیں، شراب پینے لگیں اور گانے بجانے کے مشغلہ کو اپنالیں تو پھر اللہ کی غیرت جوش میں آتی ہے اور زمین کو حکم ہوتا ہے کہ زلزلہ بپا کردے۔ اگر اس علاقے کے لوگ توبہ واستغفار کرلیں اور اپنی بداعمالیوں سے باز آجائیں تو ان کے حق میں بہتر ہے ورنہ ان کے لئے ہلاکت ہے۔

فقیہ امت حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک مرتبہ کوفہ میں زلزلہ آیا تو انہوں نے اعلان عام کیا کہ اے لوگو! یقیناً تمھارا رب تم سے ناراض ہو گیا ہے اگر اس کی رضامندی چاہتے ہو تو فوری اس کی طرف رجوع کرو اور اجتماعی توبہ کرو ورنہ اسے یہ پرواہ ہرگز نہیں ہوگی کہ تم کس وادی میں ہلاک ہوتے ہو۔

مقام افسوس یہ ہے، ہم سب کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کریں، اس کی بارگاہ میں رو کر گڑگڑا کر دعا کریں، اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، حقوق اللہ بڑی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں سربسجود ہو کر اپنے جرائم پر مسلسل استغفار کریں، رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے خدائے بزرگ کی بارگاہ میں قلبی التجائیں پیش کریں، اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا کے ہر انسان پر رحم فرماتے ہیں، وہ ان شاء اللہ تعالیٰ اب بھی رحم فرمائیں گے۔

آج کل یہ خبریں بھی گشت کر رہی ہیں کہ بہت سے لوگ تباہ شدہ افراد و خواتین کی دولت پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں اور بہت سے شاطر الیکٹرانک ذرائع سے ترکی اور شام کے نام پر رقوم جمع کر رہے ہیں ان کا مقصد صرف اپنی جیبیں بھرنا ہے۔ چوری، فراڈ اور غلط طریقے سے دولت جمع کرنا انتہائی بدترین عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق خیر سے سرفراز فرمائے۔

بلاشبہ مظلوموں کی مدد کرنا، گرتوں کو اٹھانا، بھوکوں پیاسوں کو کھلانا اور صاف پانی دینا بڑا اچھا عمل ہے۔ سردی سے ٹھٹھرتے بچوں اور بوڑھوں کے لیے گرم لباس اور بستروں کا انتظام کرنا انتہائی نیک عمل ہے۔ ہمیں خوشی ہے دنیا بھر کے افراد لمبی رقوم مہیا کر رہے ہیں، مظلوموں کا سہارا بن رہے ہیں، اہل ترکی نے اپنے مکانوں کو ضرورت مندوں کے لیے کھول دیا ہے۔ اسی طرح دیگر اہل خیر بھی ہر ممکن مدد کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین۔ *****

تفہیم قرآن

راہِ خدا میں خرچ کرنے کے فضائل و آداب

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

اللہ وحدہ لاشریک کا ارشاد ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۶۱ ۔[سورۂ بقرہ:261]

یعنی جو لوگ اپنا مال راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال اس دانے کی سی ہے جس نے سات خوشے اگائے، جس کے ہر خوشے میں سو دانے ہیں، اور اللہ جس کو چاہتا ہے مزید عطا فرماتا ہے، اللہ وسعت وعلم والا ہے۔

نیکی کوئی بھی ہو باعث اجر وثواب ہوا کرتی ہے، جب بھی کوئی بندہ نیک کام کرتا ہے اس کو دس گونا ثواب دیا جاتا ہے، سورۂ انعام میں ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰۤى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۔ [سورۂ انعام:160]

جو ایک نیکی کرے اس کے لیے دس نیکیوں کے مثل ثواب ہے، اور جو ایک گناہ کرے اس کو ایک ہی گناہ کی سزا دی جائے گی، اور اس پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ درمنثور میں بیان فرماتے ہیں کہ ابو یعلی نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَن هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْها كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً، فَإِنْ عَمِلَها كُتِبَتْ لَهُ عَشْرًا، ومَن هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْها لَمْ يُكْتَبْ عَلَيْهِ شَيْءٌ، فَإِنْ عَمِلَها كُتِبَتْ عَلَيْهِ سَيِّئَةً.

یعنی جو نیک کام کرنے کا ارادہ کرے تو نیکی کرنے سے پہلے ہی اس کے اعمال نامے میں ایک نیکی لکھ دی جائے گی، اور اگر وہ نیک کام کرلے تو اس کے اعمال نامے میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی، اور اگر کوئی گناہ کا قصد کرے تو گناہ کے ارادے پر اس کے اعمال نامے میں کوئی گناہ درج نہیں ہوگا، اور اگر وہ گناہ کر بیٹھے تو اس کے اعمال نامے میں صرف ایک گناہ لکھا جائے گا۔

دوسری روایت میں ہے کہ اگر بندہ توبہ کرلے تو اللہ اس ایک گناہ کو بھی معاف فرمادے گا۔

اللہ عزوجل کا اپنے بندوں پر خصوصی کرم دیکھیں کہ اولاً انھیں نیکیوں کی توفیق دیتا ہے، پھر ان نیکیوں کو قبول فرماتا ہے، اور قبولیت بھی ایسی کہ ہر نیکی پر دس نیکیوں کا ثواب مرحمت فرماتا ہے، اور بعض نیکیاں وہ ہیں جن پر اس سے بھی زیادہ ثواب عطا فرماتا ہے، چناں چہ راہ خدا میں خرچ کرنے کے حوالے سے فرمایا:

مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۔[سورۂ بقرہ:245]

کون ہے جو اللہ کو قرض حسن دے؟ جو اللہ کو قرض حسن دے گا اللہ اسے کئی گنا اضافے کے ساتھ عطا فرمائے گا۔

یعنی جو راہ خدا میں خرچ کرتا ہے وہ اپنا مال اللہ کے حضور محفوظ کرلیتا ہے، اور قیامت کے دن جب اللہ اپنے بندے کو اس کا مال عطا فرمائے گا تو کئی گنا اضافے کے ساتھ عطا فرمائے گا، رہی یہ بات کہ کتنا اضافہ کرے گا تو اس کو دوسرے مقام پر کامل وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا، ارشاد باری ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۔[سورۂ بقرہ:261]

یعنی جو لوگ اپنا مال راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس کاشت کار کی سی ہے جو زمین میں ایک دانہ بوتا ہے، اس سے سات بالیاں نکلتی ہیں، ہر بالی میں سو دانے ہوتے ہیں، اس طرح ایک دانے سے سو دانے بن جاتے ہیں، پروردگار عالم نے جس طرح ایک دانے سے سو دانے برآمد کیے، بالکل اسی طرح راہ خدا میں ایک روپے

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

خرچ کرنے پر سات سو روپے خرچ کرنے کا ثواب عطا فرماتا ہے، اور اللہ جس کو چاہتا ہے مزید سے مزید تر عطا فرماتا ہے، اس لیے کہ اس کے فضل وکرم کی کوئی انتہا نہیں، اور اسے ہر شی کا علم ہے۔

قرآن کریم کی اس آیت کا واضح مطلب یہی ہے کہ راہ خدا میں خرچ کرنا ایک ایسی نیکی ہے جس پر صرف دس گنا نہیں، بلکہ سات سو گنا زیادہ ثواب دیا جاتا ہے، اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ نوازشات کا یہ سلسلہ سات سو پر آکر نہیں رکتا، بلکہ جس قدر اخلاص میں اضافہ ہوگا اسی قدر اجر وثواب میں برکت ہوگی۔

قرآن مجید نے انفاق فی سبیل اللہ کے ثواب کو ایک عظیم مثال کے ذریعے واضح فرمایا، تاکہ بندوں کو اس بات کا علم ہو سکے کہ جس طرح ایک دانے سے سات سو دانوں کی برآمدگی کے لیے بہت سے مراحل ہوتے ہیں بالکل اسی طرح ایک روپے کے صدقے کے عوض سات سو نیکیاں کمانے کے لیے بھی بہت سے مراحل، آداب اور تقاضے ہوتے ہیں، جب تک ان تقاضوں کو پورا نہ کیا جائے ان کے صدقات نتیجہ خیز اور ثمر بار نہیں ہو سکتے۔

قرآن کریم کی بیان کردہ مثال اور راہ خدا میں خرچ کیے جانے والے مال پر غور کرنے کے بعد جو نتائج سامنے آتے ہیں وہ کچھ اس طرح ہیں۔

1- اگر کوئی کاشت کار اپنے پاس دو دانے محفوظ رکھے تو وہ ایک مدت کے بعد بڑھ کر چار نہیں ہو سکتے، ہاں اگر انھیں زمین میں دفن کر دے تو اس سے پودے نکلیں گے اور بار آور ہوں گے، بالکل اسی طرح اگر کوئی اپنے پاس مال محفوظ رکھے، اور صدقے کی نیت کر لے تو اسے نیت کا ثواب تو مل سکتا ہے، لیکن وہ سات سو گنا ثواب کا حق دار نہیں ہو سکتا، ہاں اگر وہ اپنا مال راہ خدا میں خرچ کر دے تو اب ثواب کی امید کی جا سکتی ہے۔

2- اگر کوئی دانہ زمین میں بو دے، لیکن زمین ہی بنجر ہو تو اس سے کوئی کونپل نہیں نکل سکتی، بالکل اسی طرح اگر کوئی کار خیر میں خرچ کر دے، اور اس کے دل میں ایمان ہی نہ ہو تو وہ سات سو گنا ثواب کا مستحق نہیں ہو سکتا، حضرت حق سبحانہ وتعالی کا ارشاد ہے:

وَ قَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۔ [سورۂ فرقان: 23]

یعنی پھر ہم ان کے اعمال کا قصد کریں گے، اور انھیں منتشر غبار کے مانند کر چھوڑیں گے۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ کَسَرَابٍۭ بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓی اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْئًا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔ [سورۂ نور: 39]

قیامت کے دن کفار کے اعمال چٹیل میدان کی سراب کے مانند ہوں گے، جس کو پیاسا پانی گمان کرتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس جائے گا تو کچھ نہیں پائے گا، وہاں اللہ کو پائے گا جو اس سے پورا حساب لے گا، اور اللہ جلد حساب فرمانے والا ہے۔

3- اگر کوئی قابل کاشت زمین میں دانہ دبا دے، لیکن وہ دانہ ہی خراب ہو تو اس سے کوئی پودا برآمد نہیں ہو سکتا، بالکل اسی طرح اگر کوئی مسلمان راہ خدا میں خرچ کر دے، لیکن وہ مال حرام اور ناجائز کمائی کا ہو تو بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ہو سکتا، اور اس پر کسی بھی قسم کا ثواب مرتب نہیں ہو سکتا، رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إنَّ اللهَ طيِّبٌ لا يقبل إلا طيِّبًا۔ [صحیح مسلم]

یعنی اللہ طیب ہے، وہ حلال وطیب ہی کو قبول فرماتا ہے۔

4- اگر کوئی کاشت کار زمین میں دانہ دبا دے، زمین بھی درست ہو اور دانہ بھی صحیح ہو، لیکن اس دانے کو مناسب مقدار میں پانی اور دیگر ضروری اشیا فراہم نہ ہوں تو اس دانے سے کوئی پودا تیار نہیں ہو سکتا، بالکل اسی طرح اگر کوئی مسلمان اپنا حلال وطیب مال راہ خدا میں خرچ کرے، اور اس مال میں خلوص وللّٰہیت کا خمیر اور خشیت ورجا کے آنسو شامل نہ ہوں تو خاطر خواہ نتائج اور بھرپور ثواب کی توقع نہیں کی جا سکتی، اللہ رب العزت اپنے نیک بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ خَشْیَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۙ﴿۵۷﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ یُؤْمِنُوْنَ ۙ﴿۵۸﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا یُشْرِكُوْنَ ۙ﴿۵۹﴾ وَ الَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰی رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۙ﴿۶۰﴾ اُولٰٓئِكَ یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿۶۱﴾۔ [سورۂ مومنون: 60]

یعنی اللہ کے محبوب ومقرب بندے وہ ہیں جو اپنے رب سے خائف ہوتے ہیں، جو اپنے رب کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں، جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے، اور جب وہ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں تو ان کے دل اس بات سے خوف زدہ ہوتے ہیں کہ

انھیں خدا کے حضور حاضر ہونا ہے، اور اس بات سے بھی خائف ہوتے ہیں کہ کہیں ان کے صدقات مردود نہ ہوجائیں، یہی لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں اور دوسروں پر سبقت لے جاتے ہیں۔

5- اگر کوئی کاشت کار پودا لگائے، اور مضر اثرات اور تباہ کن جراثیم سے اس کی حفاظت نہ کرے تو اس کے ہرے بھرے پودوں میں کیڑے پڑ جائیں گے، اور اس کی ساری محنت رائیگاں چلی جائے گی، بالکل اسی طرح اگر کوئی مسلمان اپنا حلال وطیب مال راہ خدا میں خرچ کرے اور اس میں ریاکاری کا دخل ہو، یا خلوص کے ساتھ خرچ کرنے کے بعد احسان جتادے تو وہ صدقہ باطل و مردود ہوجائے گا، اور ایسا شخص عذاب نار کا مستحق قرار پائے گا، ارشاد باری ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰىۙ كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًاؕ لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْاؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ۔ [سورۂ بقرہ:264]

یعنی اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتاکر اور ایذا پہنچاکر برباد نہ کرو، اس منافق کی طرح جو دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے، جو اللہ اور روز اخیر پر ایمان نہیں رکھتا، اس کی مثال اس ہموار چٹان کی سی ہے جس پر مٹی پڑی تھی، اس پر زوردار بارش ہوئی تو اسے صاف بناکر چھوڑ گئی، یہ لوگ اپنے عمل کا کچھ بھی ثواب نہیں پائیں گے، اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

جس طرح بارش کے بعد چٹان پر مٹی باقی نہیں رہتی بالکل اسی طرح ریاکاری کے بعد اعمال نامے میں کوئی نیکی نہیں رہتی، لہٰذا ریاکاری میں ملوث ہوکر اپنے صدقات کو برباد نہ کرو۔

6- ایک کاشت کار پیداوار کے لائق زمین میں عمدہ دانہ بونے کے بعد زمین کو سیراب کرتا ہے، اور اس کی ہر ممکن طریقے سے حفاظت کرتا ہے، فصل تیار ہونے کی متعیّنہ مدت گزر جانے کے بعد ہی ایک دانے کے بطن سے سیکڑوں دانے برآمد ہونے کی امید کرتا ہے، بالکل اسی طرح بندۂ مومن کے صدقات کے اجر وثواب کا ایک وقت مقرر ہے، اور وہ ہے روز آخرت، بندے کو چاہیے کہ روز آخرت کا انتظار کرے، اور اپنے رب سے بھرپور اجر وثواب کی امید رکھے۔

7- زمین زیادہ اچھی ہو، اور دانوں میں قوت بھرپور ہو، تو فصل بھی اچھی ہوگی، اور غلہ بھی زیادہ ہوگا، بالکل اسی طرح صدقہ دینے والے مسلمان کا ایمان مستحکم ہو، اور اخلاص بھی غیر معمولی ہو تو ثواب سات سو گنے سے زیادہ ہوسکتا ہے، ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ۔

قرآنی آیات کے تتمہ کی ایک اہم خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں پوری آیت کا خلاصہ مضمر ہوتا ہے، کچھ یہی اعجاز پیش نظر آیت میں بھی نظر آتا ہے، وہ اس طور پر کہ ایک نیکی پر سات سو گنا ثواب عطا کرنے کے لیے بے انتہا وسعت وفراخی درکار ہے، اور علی حسب الاخلاص ثواب میں اضافے کے لیے علم وآگہی ضروری ہے، قرآن کریم اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔

اللہ وسعت وعلم والا ہے۔

یعنی وہ ہر بندۂ مومن کو حسب وعدہ سات سو گنا اضافے کے ساتھ ثواب عطا فرمائے گا، کیونکہ اس کے پاس بے انتہا وسعت ہے، اور جس میں خلوص وللّٰہیت زیادہ ہوگی اس کے ثواب میں اضافہ فرمائے گا، کیوں کہ اسے ہر ایک کے اخلاص کا علم ہے۔

یہ ہے اس آیت کی تمثیل میں پوشیدہ بعض اسرار ورموز، اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلوص وللّٰہیت کے ساتھ اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔ ٭٭٭

ماہنامہ اشرفیہ حاصل کریں

(1)

مولانا محمد حارث مصباحی۔ مدرسہ عربیہ فیض العلوم
موضع پیپری، بان گڑھ، پوسٹ امواباس، وایا جاروا، ضلع بلرام پور (یوپی)
9198476391

(2)

حافظ محمد عارف صاحب
مومن پور روڈ، 35/H/2 خضر پور کولکاتا-23
9804399269

(3)

محمد اسلم ضیائی
رانے بہاری، سگم، پلاموں، جھارکھنڈ

تفہیمِ حدیث

امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل

از: مبارک حسین مصباحی

افضل البشر بعد الانبیا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اولین خلیفۂ راشد ہیں۔ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ سلم نے آپ کا اسم گرامی عبد الہ منتخب فرمایا، آپ کے القاب عتیق و صدیق ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام عثمان اور کنیت ابو قحافہ ہے۔ آپ کی والدہ کا نام سلمیٰ ہے اور کنیت ام الخیر ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسب ساتویں پشت میں مرہ بن کعب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسب شریف سے مل جاتا ہے۔ آپ واقعہ فیل کے تقریباً ڈھائی سال بعد مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔

آپ کا اسلام قبول کرنا: زمانہ جاہلیت میں حضرت ابو بکر صدیق کا شمار قریش کے رؤسا میں ہوتا تھا اور قریش حضرت ابو بکر سے بہت الفت اور محبت رکھتے تھے، حضرت حسان بن ثابت، حضرت ابن عباس، حضرت عمرو بن عنبسہ، ابراہیم، اور علما کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ حضرت عبید اللہ بن حصین تمیمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ”میں نے جس شخص پر بھی اسلام پیش کیا اس نے اس میں شک، تردد اور غور و فکر کیا، البتہ ابو بکر پر جب اسلام پیش کیا تو انھوں نے اس میں تردد نہیں کیا، حضرت ابو بکر صدیق بیان کرتے ہیں کہ میں ایک معبوث ہونے والے نبی کے متعلق سنتا رہتا تھا، میں نے ورقہ بن نوفل سے اس کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے کہا وہ نبی عرب کے متوسط نسب سے مبعوث ہوگا اور مجھے متوسط نسب کا علم تھا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں آپ پر ایمان لے آیا اور آپ کی تصدیق کی۔

آپ بلند اخلاق، پاکیزہ مزاج اور خدمت خلق کا حیرت انگیز جذبہ رکھتے تھے۔ آپ کے ایمان لانے کے تعلق سے جمہور کا اس پر اتفاق ہے آپ مردوں میں سب سے پہلے اسلام میں داخل ہوئے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تمام صحابہ سے زیادہ محبت فرماتے تھے۔ آپ شجاعت اور سخاوت میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات کے آخر میں ملک شام کی جانب جیش اسامہ روانہ فرمایا تھا، یہ لشکر ابھی مدینہ منورہ کے قریب مقام ذی خشب میں پہنچا تھا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہری دنیا سے پردہ فرما گئے۔ وہ ایک قیامت خیز ماحول تھا، مدینہ منورہ کے اطراف میں کمزور ایمان والے اور منافق مرتد ہونے لگے، صحابۂ کرام جمع ہو کر آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ اس لشکر کو واپس بلا لیجیے مگر آپ محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیکر اور عزم و استقلال کے پہاڑ تھے۔ آپ نے فرمایا: اس لشکر کو ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے روانہ کیا ہے، آپ کے فیصلے کے خلاف کچھ کرنا تو بڑی بات ہے میں کچھ سوچ بھی نہیں سکتا۔ آپ کے ارشاد گرامی کے جملے یہ تھے: ”اگر پرند میری بوٹیاں نوچ کر کھائیں، یہ تو گوارا مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضی میں اپنی رائے دینا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روانہ کیے ہوئے لشکر کو واپس بلانا مجھے گوارا نہیں۔

آپ کے اس فیصلے نے معاندین اور منافقین کے حوصلے پست کر دیے، اب ان پر ظاہر ہو گیا کہ اسلامی سلطنت کو نقصان پہنچانا اب انتاہی مشکل ہے، خلافت راشدہ پر ایسی بلند ہمت شخصیت جلوہ فرما ہے جو واقعی تاجدار مدینہ کی نیابت کا حق ادا کر سکتی ہے۔

آپ کی غزوات میں شرکت: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: تم میں سے ایک کے ساتھ جبرئیل ہیں اور دوسرے کے ساتھ میکائیل اور اسرافیل ہیں، یہ عظیم فرشتے جنگ میں حاضر ہیں۔

امام محمد بن سعد نے کہا ہے کہ حضرت ابو بکر، بدر، احد، خندق، حدیبیہ اور تمام مشاہد میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں،

c

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں سب سے بڑا جھنڈا حضرابوبکر کو دیا، اس جھنڈے کا رنگ سیاہ تھا، جنگ خیبر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو سو وسق طعام دیا، جنگ احد اور جنگ حنین میں جب بعض صحابہ کے قدم اکھڑ گئے تھے اور وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے ان دونوں جنگوں میں حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، تمام اہل سیرت اور مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

(علامہ محمد بن محمد شیبانی ابن الاثیر جزری متوفیٰ 630ھ، اسد الغابہ، ج:3، ص:211،212، مطبوعہ انتشارات اسماعیلیان، تہران)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت: حافظ ابن عبد البر مالکی لکھتے ہیں:

جس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اسی روز سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی گئی، پھر اس کے ایک دن بعد (منگل کے روز) عام بیعت کی گئی۔ حضرت سعد بن عبادہ، قبیلہ خزرج کے چند لوگوں اور قریش کی ایک جماعت نے بیعت نہیں کی، پھر حضرت سعد کے علاوہ باقی سب نے بیعت کرلی، ایک قول یہ ہے کہ اس دن تمام قریش نے بیعت کرلی تھی۔ ایک قول یہ ہے کہ قریش میں سے حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہم نے ابتداءً بیعت نہیں کی تھی بعد میں بیعت کرلی۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت علی نے حیات فاطمہ رضی اللہ عنہا میں بیعت نہیں کی اور پھر بیعت کرلی، پھر ہمیشہ ان کے احکام کو سنا اور اطاعت کی، ان کی تعریف کرتے رہے اور ان کے فضائل بیان کرتے رہے۔ ابو عبیدہ بن حکم بن حجل بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر فضیلت دے گا میں اس کو وہ سزا دوں گا جو مفتری (جھوٹے) کو سزا دی جاتی ہے۔

وصال پر ملال: حضرت ابوبکر پیر کے دن بائیس جمادی الثانیہ تیرہ ہجری کو فوت ہوگئے، حضرت ابوبکر نے وصیت کی تھی کہ انھیں ان کی زوجہ اسما بنت عمیس غسل دیں، وانھوں نے غسل دیا، حضرت عمر بن الخطاب نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم ان کی قبر میں اترے، انھیں رات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے جوار میں دفن کیا گیا، اس پر اتفاق ہے کہ وفات کے وقت ان کی عمر تریسٹھ سال تھی اور خلافت کا عرصہ گزار کر ان کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے مساوی ہو گئی۔ (حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر متوفی 463ھ، استیعاب علیٰ ہامش الاصابہ، ج:3، ص:256، 257، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

اب ذیل میں جامع صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اکثر حدیثیں پیش کرتے ہیں:

(۱)حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ، قَالَ عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ، حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ هِلاَلٍ، حَدَّثَنَا هَمَّامٌ، حَدَّثَنَا ثَابِتٌ، حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ، أَنَّ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ، حَدَّثَهُ قَالَ نَظَرْتُ إِلَى أَقْدَامِ الْمُشْرِكِينَ عَلَى رُءُوسِنَا وَنَحْنُ فِي الْغَارِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ نَظَرَ إِلَى قَدَمَيْهِ أَبْصَرَنَا تَحْتَ قَدَمَيْهِ فَقَالَ "يَا أَبَا بَكْرٍ مَا ظَنُّكَ بِاثْنَيْنِ اللهُ ثَالِثُهُمَا".

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس وقت ہم غار میں تھے میں نے اپنے سروں کی جانب مشرکین کے قدم دیکھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کسی نے اپنے پیروں کی طرف دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تمھارا ان دو کے بارے میں کیا گمان ہے جن میں کا تیسرا اللہ ہے۔

(۲)حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ يَحْيَى بْنِ خَالِدٍ، حَدَّثَنَا مَعْنٌ، حَدَّثَنَا مَالِكٌ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ " عَبْدٌ خَيَّرَهُ اللهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ زَهْرَةَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ" . فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ وَبَكَى فَقَالَ فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا . قَالَ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم هُوَ الْمُخَيَّرُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا بِهِ . وَقَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم "إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي مَالِهِ وَصُحْبَتِهِ أَبُو بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلاً لاَتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلاً وَلَكِنْ أُخُوَّةُ الإِسْلاَمِ لاَ تُبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ إِلاَّ خَوْخَةَ أَبِي بَكْرٍ" .

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ

نے ایک بندے کو یہ اختیار دیا کہ وہ دنیا کی نعمتیں لے یا اللہ کے پاس رہے، اس بندے نے اللہ کے پاس رہنا اختیار کر لیا، یہ سن کر حضرت ابو بکر روئے اور خوب روئے، اور کہا ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، حضرت ابو سعید نے کہا جس شخص کو اختیار دیا گیا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے، اور حضرت ابو بکر ہم سب سے زیادہ علم والے تھے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مال اور محبت کے لحاظ سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابو بکر ہیں، اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا، لیکن اسلام کی اخوت قائم ہے اور ابو بکر کی (مسجد کی طرف کھلنے والی) کھڑکی کے علاوہ سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔

(٣)حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ، عَنْ سَالِمٍ أَبِي النَّضْرِ، عَنْ عُبَيْدِ، بْنِ حُنَيْنٍ وَبُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ خَطَبَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم النَّاسَ يَوْمًا . بِمِثْلِ حَدِيثِ مَالِكٍ .

ترجمہ: ابو سعید خدری نے کہا کہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

(٤) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْعَبْدِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ، بْنِ رَجَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي الْهُذَيْلِ، يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي الأَحْوَصِ، قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ، اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ " لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلاً لاَتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلاً وَلَكِنَّهُ أَخِي وَصَاحِبِي وَقَدِ اتَّخَذَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلاً " .

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی شخص کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے (دینی) بھائی اور صاحب ہیں، اور اللہ عزوجل نے تمھارے صاحب کو خلیل بنایا ہے۔

(٥) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ، بَشَّارٍ - وَاللَّفْظُ لاِبْنِ الْمُثَنَّى - قَالاَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ، بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ " لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي أَحَدًا خَلِيلاً لاَتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ " .

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔

(٦) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، وَابْنُ، بَشَّارٍ قَالاَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ، حَدَّثَنِي سُفْيَانُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي الأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، -ح- وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَيْسٍ، عَنِ ابْنِ أَبِي، مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلاً لاَتَّخَذْتُ ابْنَ أَبِي قُحَافَةَ خَلِيلاً " .

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابن ابی قحافہ کو خلیل بناتا۔

(٧) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ، وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الآخَرَانِ، حَدَّثَنَا جَرِيرٌ، عَنْ مُغِيرَةَ، عَنْ وَاصِلِ بْنِ حَيَّانَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي، الْهُذَيْلِ عَنْ أَبِي الأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أَهْلِ الأَرْضِ خَلِيلاً لاَتَّخَذْتُ ابْنَ أَبِي قُحَافَةَ خَلِيلاً وَلَكِنْ صَاحِبُكُمْ خَلِيلُ اللَّهِ " .

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اہل زمین میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابن ابی قحافہ کو خلیل بناتا، لیکن تمھارے صاحب (یعنی حضور) اللہ کے خلیل ہیں۔

(٨) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، وَوَكِيعٌ، ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ، إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ، ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، كُلُّهُمْ عَنِ الأَعْمَشِ، ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ، وَأَبُو سَعِيدٍ الأَشَجُّ - وَاللَّفْظُ لَهُمَا - قَالاَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا الأَعْمَشُ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُرَّةَ، عَنْ أَبِي الأَحْوَصِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم " أَلاَ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى كُلِّ خِلٍّ مِنْ خِلِّهِ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلاً لاَتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلاً إِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلُ اللَّهِ " .

c

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! میں ہر خلیل کی خلت سے بری ہوتا ہوں، اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا، تمھارے صاحب اللہ کے خلیل ہیں۔

(٩) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي عُثْمَانَ، أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم بَعَثَهُ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السَّلاَسِلِ فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ " عَائِشَةُ " . قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ " أَبُوهَا " . قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ " عُمَرُ " . فَعَدَّ رِجَالاً .

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں لشکر ذات السلاسل میں سالار بناکر بھیجا، میں آپ کے پاس آیا اور کہا آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: عائشہ! میں نے کہا اور مردوں میں! آپ نے فرمایا ان کے والد، میں نے کہا پھر کون ہے؟ آپ نے فرمایا عمر، پھر انھوں نے کئی نام لیے۔

(١٠) وَحَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلْوَانِيُّ، حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، عَنْ أَبِي عُمَيْسٍ، ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ، - وَاللَّفْظُ لَهُ - أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، أَخْبَرَنَا أَبُو عُمَيْسٍ، عَنِ ابْنِ، أَبِي مُلَيْكَةَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ، وَسُئِلَتْ، مَنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم مُسْتَخْلِفًا لَوِ اسْتَخْلَفَهُ قَالَتْ أَبُو بَكْرٍ . فَقِيلَ لَهَا ثُمَّ مَنْ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ عُمَرُ . ثُمَّ قِيلَ لَهَا مَنْ بَعْدَ عُمَرَ قَالَتْ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ . ثُمَّ انْتَهَتْ إِلَى هَذَا .

ترجمہ: ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا اگر رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم کسی کو خلیفہ بناتے تو کس کو خلیفہ بناتے؟ حضرت عائشہ نے کہا، حضرت ابوبکر کو، حضرت عائشہ سے پوچھا گیا حضرت ابوبکر کے بعد حضور کس کو خلیفہ بناتے؟ انھوں نے کہا حضرت عمر کو۔ کہا گیا کہ حضرت عمر کے بعد حضور کسی کو خلیفہ بناتے؟ حضرت عائشہ نے کہا حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو، اس کے بعد حضرت عائشہ خاموش ہوگئیں۔

(١١) حَدَّثَنِي عَبَّادُ بْنُ مُوسَى، حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، أَخْبَرَنِي أَبِي، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ، بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ امْرَأَةً، سَأَلَتْ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم شَيْئًا فَأَمَرَهَا أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْهِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَرَأَيْتَ إِنْ جِئْتُ فَلَمْ أَجِدْكَ قَالَ أَبِي كَأَنَّهَا تَعْنِي الْمَوْتَ . قَالَ " فَإِنْ لَمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ " .

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا: پھر آنا، اس نے کہا یا رسول اللہ یہ بتلائیں کہ اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں، حضرت جبیر بن مطعم نے کہا؛ اس کی مراد موت تھی، آپ نے فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو پھر ابوبکر کے پاس آنا۔

(١٢) وَحَدَّثَنِيهِ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ، حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ أَبِيهِ، أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ، أَنَّ أَبَاهُ، جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَكَلَّمَتْهُ فِي شَىْءٍ فَأَمَرَهَا بِأَمْرٍ . بِمِثْلِ حَدِيثِ عَبَّادِ بْنِ مُوسَى .

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور اس نے آپ سے کسی مسئلہ میں گفتگو کی آپ نے اس کو پھر آنے کا حکم دیا، اس کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

(١٣) حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ، حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي مَرَضِهِ " ادْعِي لِي أَبَا بَكْرٍ وَأَخَاكِ حَتَّى أَكْتُبَ كِتَابًا فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَمَنَّى مُتَمَنٍّ وَيَقُولَ قَائِلٌ أَنَا أَوْلَى . وَيَأْبَى اللهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلاَّ أَبَا بَكْرٍ " .

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں فرمایا: اپنے باپ ابوبکر اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ تاکہ میں ان کے متعلق ایک مکتوب لکھ دوں، کیونکہ مجھے یہ خوف ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرے گا اور کہنے والا کہے گا کہ میں خلافت کا زیادہ حق دار ہوں اور اللہ تعالیٰ اور تمام مسلمان ابوبکر کے سوا ہر ایک کی خلافت کا انکار کر دیں گے۔ **(جاری)**

c

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کر سکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتی اشرفیہ
محمد نظام الدین رضوی
کے قلم سے

بلا ثبوت شرعی کسی کو عیاش کہنے کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں:

ہمارے یہاں ایک تقریری پروگرام بتاریخ: 26/10/2022ء کو منعقد ہوا جس میں مقامی سنی علمانے شرکت کی جس میں ایک سنی عالم دین نے دوران تقریر یہ جملے بولے:

”اے سیل پر جانے والو! آج کیا عالم ہے کہ تم پونا، ممبئی، مہاراشٹر اور اندور جارہے ہو، اور اپنی بیوی کو چھوڑ کر جا رہے ہو، ادھر تم عیاشی میں ڈوب جاتے ہو، ادھر خاتون بھی عیاشی میں ڈوب جاتی ہے، ہماری بہو، بیٹیاں بھی غیروں کے حوالے ہو رہی ہیں۔“

ان جملوں کی بنیاد پر عوام میں سے سیل پر جانے والے لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ ایک عالم کی طرف سے ان نازیبا کلمات کا استعمال سراسر ہماری بہن بیٹیوں پر الزام و بہتان ہے۔

ان جملوں کے متعلق شرعی حکم واضح فرما کر بتائیں کہ عوام کا کہنا صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو پھر ان جملوں کے قائل پر کیا حکم شرع ہے۔ نیز اگر قائل منصب قضا و امامت پر فائز ہو تو پھر ان کی امامت کا کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث اور اقوال فقہا و محدثین کی روشنی میں رہنمائی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط والسلام

الجواب: جن مسلمان مردوں اور عورتوں کی طرف خطیب نے عیاشی کرنے کی نسبت کی ہے اگر وہ ایسے کبیرہ کے مرتکب ہیں تو خطیب اس پر ثبوت شرعی قائم کرے، ورنہ علانیہ ان سے معافی مانگے، بارگاہ الٰہی میں تائب ہو اور صلاح ناس کے لیے حکمت و موعظۂ حسنہ کا طریقہ اپنائے اور آئندہ مسلمانوں کی ایذا رسانی سے لازمی طور پر بچے۔

ہمارے اردو زبان کے عرف میں عیاشی کا لفظ بڑے قبیح اور گھناؤنے معنی میں استعمال ہوتا ہے، یہ لفظ عیاش کا اسم منسوب ہے جس کا معنی ہے:

”شہوت پرست، بدکار، رنڈی باز، زندگی کے مزے لوٹنے والا، رنگین مزاج، وغیرہ۔“

اس کا معنی وضعی جو بھی ہو، عرف میں انھی برے معانی میں استعمال ہوتا ہے اور عام طور پر لوگ اس سے بدکار اور بدکاری کا معنی سمجھتے ہیں۔ یہ لفظ ”تہمت زنا کے لیے متعین تو نہیں ہے لیکن یہ ایک فحش اور گھناؤنی گالی ضرور ہے جو حرام و گناہ ہے، جو کسی بھی مسلم کے شایان شان نہیں، چہ جائے کہ کوئی عالم یا مصلح قوم یا واعظ ایسی قبیح اور گھناؤنی گالی دے۔ گالی کی حرمت اور قباحت پر کثیر احادیث نبویہ وارد ہیں جو صحاح ستہ میں موجود ہیں۔

اپنے معاشرے میں خرابیاں یا برائیاں ہیں تو ان کی اصلاح ضروری ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجب ہے لیکن اس کے لیے قرآن مقدس نے یہ ہدایت فرمائی ہے:

اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ-

(القرآن الحکیم سورۃ النحل:16، الآیت 125:)

اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ۔

تاکہ لوگ قریب رہ کر باتیں سنیں اور اصلاح حال کریں۔

اس کے برخلاف تلخ گفتار سے انھیں متنفر کر کے دور کر دینا قطعاً حکمت موعظۂ حسنہ نہیں ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ معاشرے میں پھیلی خرابیوں کو کسی کی طرف منسوب کیے بغیر ان کے بارے میں جو احادیث شریفہ وارد ہیں اور اجلۂ علمانے ان کی جو تشریحات فرمائی ہیں یا ان کی حکمتوں پر روشنی ڈالی ہے وہ بیان کی جائیں اور بتایا جائے کہ جن کے اندر اس طرح کی خصلت بد ہو وہ اللہ کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ کر کے تقویٰ شعار بن جائیں۔

بہار شریعت میں ہے:

”مسئلہ 17: کسی عفیفہ (پاک دامن) عورت کو رنڈی یا کسبی کہا تو یہ قذف ہے اور حد کا مستحق ہے کہ یہ لفظ انھیں کے لیے ہے جنھوں نے زنا کو پیشہ کر لیا ہے۔“ (بہار شریعت، حصہ:9، ص:398، حد قذف کا بیان)

مگر ”عیاشی کرنے“ کا لفظ ”رنڈی“ کی طرح زنا کے لیے متعین نہیں۔

یہ لفظ حرامی کی طرح ہے جو عرف میں ولد الزنا کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے اور گالی کے طور پر بھی۔ بہار شریعت میں ہے:

”ولد الزنا یا زنا کا بچہ کہا..... تو حد ہے اور اگر کسی کو حرام زادہ کہا تو حد نہیں؛ کیوں کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ وطی حرام سے پیدا ہوا، اور وطی حرام کے لیے زنا ہونا ضروری نہیں..... یوں ہی، حرامی..... کہنے پر بھی نہیں۔“

(بہار شریعت، حصہ:9، ص:398، حد قذف کا بیان)

الغرض عیاشی کرنے کا لفظ قذف و تہمت زنا کے لیے متعیّن نہیں، وہ فحش اور گھناؤنی گالی ہے جو حرام و گناہ ہے۔ شرح فقہ اکبر اور فتاویٰ رضویہ وغیرہ میں ہے:

لا تجوز نسبة كبيرة إلى مسلم من غير تحقيق.

کسی مسلمان کی طرف بلا تحقیق گناہ کبیرہ کی نسبت جائز نہیں۔

لہذا جس شخص نے سیل پر جانے والے مسلمانوں کو خطاب کر کے ان کی طرف اور ان کی عورتوں کی طرف عیاشی کرنے کی نسبت کی وہ عیاشی بمعنی متعارف پر ثقہ اور دین دار مردوں یا مردوں اور عورتوں کی شہادت پیش کرے تاکہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب کا ثبوت شرعی حاصل ہو۔ اور ایسی شہادت شرعی و ثبوت شرعی نہ پیش کر سکے تو بلا خوف لومۃ لائم اپنی عقبی سنوارنے اور بارگاہ الٰہی کے مواخذے سے بچنے کے لیے مسلمانوں کے مجمع عام میں علانیہ سیل پر جانے والے مردوں اور ان کی عورتوں سے واضح الفاظ میں معافی مانگے اور سچے دل سے بارگاہ الٰہی میں تائب ہو اور آئندہ حکمت و موعظۂ حسنہ کا طریقہ اپنائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

قدیم مسجد کی زمین کو صحن اور راستہ کے لیے استعمال کرنا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں میں مسلمانوں نے ایک چھوٹی سی مسجد بنائی اور اس میں نمازوں کا سلسلہ شروع کر دیا کم و بیش دس سال سے مسجد قائم ہے۔ گاؤں والوں نے مسجد کی توسیع کا ارادہ کیا اور مسجد کے بغل میں کچھ جگہ مزید خریدی اور نئی والی جگہ میں مسجد تعمیر کی۔ اور جو پرانی مسجد تھی جس میں پہلے نماز ہوتی تھی اس جگہ کو اب اس طرح استعمال کرنا چاہتے ہیں کہ اس کو صحن بنا دیا جائے تاکہ نمازی اسی پرانی والی مسجد سے گذر کر نئی والی مسجد میں نماز کے لیے جائیں۔ تو کیا گاؤں والوں کا پرانی مسجد والی جگہ جس میں کم و بیش دس سال سے نماز ہوتی رہی اس کو چھوڑ کر دوسری جگہ مسجد بنانا جائز ہے؟ نیز پرانی مسجد والی جگہ کو صحن اور راستے کے طور پر استعمال کرنا کیسا؟ مزید یہ کہ پرانی والی مسجد کو نئی مسجد میں کس طرح شامل کریں جس سے پرانی مسجد ویران بھی نہ ہو اور نئی مسجد میں نماز بھی ہوتی رہے۔ برائے کرم رہنمائی فرما کر عنداللہ ثواب کے حق دار بنیں۔

الجواب: مسجد کو عام راستہ بنانا جائز نہیں، اس لیے مسلمان راستے کے واسطے الگ سے زمین حاصل کر لیں یا خرید لیں۔ اور پرانی مسجد کو یوں آباد رکھیں کہ یہ پوری مسجد نئی مسجد سے ملا کر شمال، جنوب میں صفیں دراز کر لیں اور پورے حصے میں نماز پڑھیں۔ وہ حصہ قیامت تک کے لیے مسجد ہے اور وہ بھی بلندی میں آسمان کے کنارے تک، لہذا اس کی بے حرمتی سے بچنا واجب و لازم ہے۔

پرانی مسجد کو یوں چھوڑ دینا کہ اس میں نماز پڑھنا موقوف ہو جائے اور بس نئی مسجد کے راستے کے طور پر اس کا استعمال ہو حرام و گناہ ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰى فِیْ خَرَابِهَا۔ (القرآن الحکیم، سورۃ البقرۃ:2، الآیۃ:114)

ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نامِ خدا لیے جانے سے۔ اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ (کنز الایمان)

لہذا پرانی مسجد کو ہرگز ہرگز عام راستے کے طور پر نہ استعمال کیا جائے۔

ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس کو مسجد باقی رکھیں، نئی مسجد کے ساتھ اسے جوڑ دیں اور اس حصے میں نمازوں کی صف شمالاً جنوباً لمبی ہو۔ پھر جیسے مسجد میں نمازی ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے آتے ہیں اسی طور پر اس میں بھی جا اور آ سکتے ہیں۔

پرانی مسجد قیامت تک کے لیے مسجد ہے اور زمین کے نیچے سے لے کر آسمان تک مسجد ہے، اسے ختم نہیں کیا جا سکتا، نہ ہی عام گزر گاہ بنایا جا سکتا ہے جس میں جنبی اور حائض وغیرہ کو چلنے کی اجازت ہوتی ہے، نہ ہی وہاں جنازے کی نماز پڑھی جا سکتی ہے کہ مسجد کے اندر یہ کام حرام و گناہ ہیں۔ یوں ہی وہاں جوتے چپل پہن کر جانا بھی ممنوع و بے ادبی ہے۔

در مختار میں ہے: وكره تحريما (الوطء فوقه، والبول والتغوط) لأنه مسجد إلى عنان السماء (واتخاذه طريقا بغير عذر) وصرح في القنية: بفسقه باعتياده۔ (وإدخال نجاسة فيه) وعليه (فلا يجوز الاستصباح بدهن نجس فيه) ولا تطيينه بنجس (ولا البول) والفصد (فيه ولو في إناء) ويحرم إدخال صبيان ومجانين حيث غلب تنجيسهم وإلا فيكره. (الدر المختار، کتاب الصلاۃ، مطلب فی احکام المسجد)

رد المحتار میں ہے: (قوله: إلى عنان السماء) بفتح العين، وكذا إلى تحت الثرى كما في البيري عن الإسبيجابي.

(قوله: واتخاذه طريقا) في التعبير بالاتخاذ إيماء إلى أنه لا يفسق بمرة أو مرتين، ولذا عبر في القنية بالاعتياد۔ نهر.

وفي القنية: دخل المسجد فلما توسطه ندم، قيل يخرج من باب غير الذي قصده، وقيل يصلي ثم يتخير في الخروج، وقيل إن كان محدثا يخرج من حيث دخل إعداما لما جنى اهـ.

(قوله بغير عذر) فلو بعذر جاز۔

في الفتاوى الهندية: لا يدخل المسجد من على بدنه نجاسة۔ (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب فی احکام المسجد) واللہ تعالیٰ اعلم ◎◎◎

c

فکر امروز

مدارس، نیا ڈریس کوڈ

فکری انحرافات کے ساتھ معاہدہ اور منہجِ غیر کی پیروی

شاہ خالد مصباحی

آزادیِ ہند کے امرت دور سے گزرتے باشندگان وطن کے مابین، ایک ایسی قوم بھی اپنے زندہ رہنے کا دم بھر رہی ہے، جس کے اوپر ظلم وستم کی ایک داستان، مذہبی، ثقافتی تنازعات کا ایک الگ باب، تعلیمی پسماندگی اور سماجی مفسدات کا ایک الگ خاکہ، ہندوستان میں بنام مسلمان اپنی وجود سے لے کراب تک کا ہر حصہ، اس قسم کی خرابیوں سے پاک کرنے کی دوہائی مانگ رہا ہے۔

دہشت گرد، چوری، بد معاشی، نشو خوری، ناخواندگی، تفرقہ بازی ان جیسے غیر اتفاقی، غیر اخلاقی معاملات، حساس مسائل کو جب بھی اکثریتی طور اس کو اٹھایا گیا تو اس کا رابطہ اس مظلوم قوم یا اس کے متبعین سے حتمی طور پر جوڑ کر، چاہے وہ حکومت یا کسی شعبہ کی سیاسی سازش ہوں یا اس کے درپردہ کوئی اور متعلقہ راز۔

اس ملک میں یہ ایک عام ٹرینڈ چل پڑا ہے کہ جب ٹی وی چینلوں کے پاس کوئی خاص متضاد موضوع نہیں رہتا ہے تو، مدارس کے بچے ایڈمنسٹریشن کا حصہ کیوں نہیں بنتے، آئی، ایس، پی، سی، ایس، آئی، ایف آر وغیرہ بن کر کیوں نہیں نکلتے؟

ان جیسے سارے موضوعات کو خاص سازش اور پلان کے تحت چلاتے ہیں اور مشہور چہرے، نام کے مولویوں کو ڈیبیٹ پر بیٹھا کر، ملک کی فضا کو ایک خاص قوم کے تئیں مذموم بناتے ہیں۔

کچھ ایسا ہی معاملہ گزشتہ چند سالوں سے، جو سال 2018ء سے مزید زور پکڑے ہوئے ہے کہ یوپی سمیت ملک کے مختلف ریاستوں میں مدارس سروے، مدارس میں طلبا کے ڈریس کے لیے پینٹ شرٹس کی باتیں، ان کے داڑھی، ٹوپی، قرآن پڑھنے، پڑھانے، ان کے مولوی بننے پر اعتراض قائم کیا جانا، اور اس میں ترامیم کی باتیں، حکومتی اور غیر حکومتی شعبوں کے تحت میٹنگ و سروے قائم کرکے بے جا تنقید و تحقیق کا موضوع بنایا جانا، ایک معمولی سی، عام بات بنتیں چلیں جا رہی ہیں۔

جیسے کہ 4 جولائی 2018ء کو یوپی کے وزیر اعلیٰ یوگی ادتیاناتھ جی نے ریاستی مدارس کو ہر لحاظ سے دوسرے تعلیمی اداروں کے برابر لانے کے اہداف کے ساتھ، اس کو لاگو کرنے کی باتیں کیں، اور اسی میٹنگ میں بھارتیہ جنتا پارٹی کے قدآور لیڈر جناب محسن رضا صاحب کہتے ہیں: مدارس میں طلبہ سفید کرتہ پائجامہ پہنتے ہیں، جو ایک خاص عقیدے کی عکاسی کرتا ہے۔ ان کی اس بات کو دی ہندی نیوز پیپر سمیت ملک کے بیشتر اخبار و رسائل نے جگہ بھی دی۔ اور بعض قوم کی طرف سے خوب سراہا گیا اور بعض کی طرف سے اس بیان کی خوب شب و تشنیع بھی کی گئی۔

آنجناب پارٹی کے اصولوں اور آقاؤں کے حکم کی فرمانبرداری کرنے میں اتنے مدہوش ہوگئے کہ ان کو مدارس کا بنیادی مقصد اور یہ مدرسے کیا کسی قوم کی ثقافت کے مظاہرے ہیں یا نہیں؟ اتنی سی بھی بات یاد رکھنے کے قابل نہ رہے، یہ تو ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی کہے کہ ویشنوزم، شیومت، شکت مت، گنپتی ازم، وغیرہ کے سبق اور پاٹھ لینے والے طلبا صرف بھگوا ہی یا ثقافتی لباس ہی کیوں پہنتے ہیں؟! ان کو ٹوپی، کرتا، پائجامہ پہننا چاہیے، تاکہ کسی خاص قسم کی یا کسی خاص مذہب کی عکاسی نا ہو سکے اور پورے طور سے اقوام کے مابین مساوات کا پیمانہ قائم رہے، جو کہ بالکل محال ہے۔

بتادیں کہ آدی شنکراچاریہ نے پورے ملک میں اپنے ادویت فلسفے کی تبلیغ کے لیے چار مٹھ قائم کیے تھے، جو آج بھی شنکراچاریہ کی اس چار قسموں کو سنسکرت پاٹھ شالہ اور دیگر ناموں سے قائم ادارہ جات میں، ان کے طلبا کو ایک خاص ڈریس کے ساتھ مزین کرکے، سکھایا، پڑھایا جاتا ہے۔ صدیوں میں 6 فلسفے (شاد درشن) پروان چڑھے۔ فلسفے کے یہ 6 مکاتب درج ذیل ہیں۔

سانکھیا (بذریعہ سیج کپل)۔ یوگا (بذریعہ پتنجلی)۔ نیایا (سیج گوتم)۔ وشیشیکا (بذریعہ مہارشی کناد)۔ جس نے ایٹم کا نظریہ دیا (انو)۔ میمنسا۔ پورو امیمانسا (جیمنی کے ذریعہ) اور اتر میمنسا (بھدرائن) ادویت۔

یہ سارے فلسفیانہ اُصول اور طریقہ کار ویدک دور اور ہندو مذہب سے متعلقہ ہے، جس کو فروغ دینے کے لیے ان سارے مذہبی اداروں جیسے آدتیہ واہنی۔ اکھل وشو ہندو ایکتا منچ۔ اکھل بھارتیہ اکھاڑہ پریشد۔ اکونیر نا مگھر امریکی مراقبہ انسٹی ٹیوٹ۔ آنند آشرما۔ آنند

چیئرمین کے وائی سی فاؤنڈیشن، سدھارتھ نگر (یوپی)

مارگا- پرکار کا سمگھا۔ آنند ورلڈ برادرہڈ کالونیز سمیت ملک اور بیرون ملک بہت سی ایسی تنظیمیں ہیں جوان کو فروغ دینے میں گورنمنٹ سمیت بھرپور مدد وتعاون کرتے ہیں۔

لیکن سب سے تعجب خیز امر یہ ہے کہ آج تک ان کے تعلیمی نصاب ،ڈریس کوڈ، ورزش ڈریس کوڈ، سروے، سی بی آئی کے چھاپے، پولیس کی جانچ وپڑتال، فنڈ کا محاسبہ، اساتذہ کا استحصال، طلبا پر دہشت گرد ہونے، برمائی، یا آسٹریلیائی ادارے ہونے کا الزام، یک طرفہ تہذیب وثقافت، مذہبی کتابوں کے پڑھانے پر سوال؛ کسی قوم یا حکومت کے ارباب اور دیگر مخیر حضرات کی طرف کیوں نہیں اٹھایا گیا، آخر ان مٹھوں میں قرآن وحدیث کی تعلیم یہاں کیوں نہیں دی جاتیں ہیں؟

یہاں سے نکل کر لوگ صرف ویدک اور سادھو ہی کیوں بنتے ہیں، مولوی، مولانا کیوں نہیں بنتے؟

ان اداروں نے آج تک اس ملک کو کتنے ڈاکٹرز، اسکالر، ریسرچر ، ایڈ منسٹریٹر دیے، آخر یہ سوال ملک میں کیوں نہیں ہوتا؟ اور آخر مدرسہ بورڈ ہی کو کیوں اس بات کی فکر لاحق ہے کہ قرآن کی تعلیم پڑھ کر، کرتا پاجامہ پہن کر لوگ دہشت گر بن رہے ہیں؛ اس ضمن میں حقیقی بات تو یہ ہے کہ یہ سارے اراکینِ بورڈ یا تو مدرسے کی ماضی اور حال کے اجلے اوراق اور اس کی تاریخ سے روشناس نہیں، اگر حقیقی نظروں سے اس چیز کا مطالعہ کیے ہوتے تو مدارس اپنے اہداف کے ساتھ ساتھ ملک کے ہر مسئلے تئیں ہمیشہ اپنے افراد، فرزندانوں کی قربانیوں کو پیش کیا ہے اور انہیں مدرسے کے پڑھے افراد نے ہر طرح کی مسلح افواج، اس ملک کی بقا کی خاطر تیار فرمائیں، اور اس ملک کی ہر، ملکی سطح پر آزادی حاصل کرنے اور سماجی مفسدات کو دور کرنے کے خاطر چلنے والی کامیاب تحریکیوں میں کسی نا کسی مولوی کا ہاتھ رہا ہے، اور آج بھی اس ملک کے اکثریتی اداروں یا سینٹرل تعلیمی اداروں کے بنیاد گزار اور محافظ، مدارس کے فرزندان اور اسی شمع سے فیض یاب چراغ رہے ہیں، اور یہی مدرسیں، انگریزوں کے لیے ایک ڈراؤنا خواب، ان کے عزم و استقلال، جہد و جہد کو پست کرنے والی ذرائع، آزادی کی لڑائی میں ثابت ہوئے، جیساکہ

1857 کی تحریک کے مختلف مراحل کے دوران ہندوستان کے لیے لڑنے والے اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والے مدرسہ کے علما کی تعداد نصف ملین سے زیادہ ہے۔

اور مسٹر آزاد کے ''الہلال'' کے مطابق حضرت مجدد الف ثانی، مولانا اجمل خان، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، علامہ انور شاہ کشمیری، اشفاق اللہ خان، مفتی عنایت احمد کاکوروی، علامہ فضل حق خیرآبادی، سر سید احمد خان، ڈاکٹر ذاکر حسین، منشی پریم چندر، مولانا حسرت موہانی، اور شاہ عبدالرحیم رائے پوری سبھی مدارس کی پیداوار تھے۔ جنہوں نے انگریزوں کا خوب مقابلہ کیا، اور جن کے ہی محنتوں و مشقت سے اس گلستانِ خزاں کو دوبارہ شادابیاں حاصل ہوئیں۔

لیکن افسوس! اقلیتی طبقوں کے حق و حقوق سمیت ان کے ثقافتی ورثہ اور زبان کے فروغ و تبلیغ کے اداروں پر مشتمل بد زبانیں، طریقہ کار میں چھیڑ چھاڑ، ان کے کھانے سے لے کر پہناوے تک آکر، الزام ڈالنے، تغیر و تبدل کی باتیں زوروں پر ہیں جو تھمنے کا نام نہیں لے رہی ہیں، جیساکہ اتر پردیش کی حکومت حالیہ، بروز بدھ تاریخ 21 دسمبر 2022 عیسوی، پھر اس معاملے کے تئیں کافی حرکت میں نظر آرہی ہے، جس میں دیگر اسکولوں کی طرح مدارس میں پڑھنے والے بچوں کے لیے شرٹ ٹائی اور پینٹ کے ڈریس کوڈ کو نافذ کرنے کی باتیں کی جارہی ہیں۔ یوگی حکومت نے مدارس کے بہت سے اصولوں کو تبدیل کرنے کا فیصلہ بھی کیا ہے۔ لکھنؤ میں منعقدہ مدرسہ بورڈ کی میٹنگ میں تمام مدارس کے ڈریس کوڈ کے ساتھ ہفتہ وار تعطیل کے حوالے سے کئی اہم فیصلے لیے گئے ہیں، جو یوپی کے تمام تسلیم شدہ مدارس پر لاگو ہوگا۔ یہ اجلاس مدرسہ بورڈ کے چیئرمین ڈاکٹر افتخار احمد جاوید کی سربراہی میں منعقد ہوا۔

آخر اقلیت کے اداروں کے ساتھ حکومت کی اتنی خیر خواہی کیوں؟

یہ بات واضح طور سے دیکھی جارہی ہے کہ ارباب حکومت خطرے کی سیاست کھیل رہے ہیں، اور مدارس کے مقاصد اور اس کی تہذیب و تمدن کو ملیا میٹ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ہم سب کا فریضہ ہے کہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ ہم آہنگی برقرار رہے، ورنہ نقصان صرف ہمیں ہی کو پہنچائے گا اور کسی کو نہیں، اس ملک میں جتنی بھی قومیں ہیں سب کے سب ڈائیریکیٹ یا انڈایرکٹ طور پر، اپنے کلچرل، مذہبی ریتی ورواج کو پڑھانے کے لیے، بے شمار ادارے کھولے ہوئے ہیں، اور اس کے پس پشت ان کے بے شمار طاقتیں ہیں جو ان کی محافظت کے لیے تیار ہیں، اور جو اپنے اپنے مذہب کے پرچار و پرستار میں ان ریکارڈ لگے ہوئیں ہیں، اور ان سے اسی خاص مذہب ہی کے رہنما، رہبر، مذہبی گرو بن کر نکل رہے ہیں لیکن آج تک کسی کو کسی سے تکلیف نہیں ہوئیں اور حکومت کے کسی بھی فرد میں سوال کرنے کی جسارت بھی پیدا نہیں ہوئیں سوائے، مدارس سے، چہ عجب احمقائی است!

اب اگر ان صاحبان کے ہی نظریات پر عمل کرتے ہوئے، اور مدارس کے مقاصد سے صرف نظر کرتے ہوئے، ہم ایسے ہی ہاتھ پر ہاتھ

دھرے بیٹھے تبدیلی لاتے رہیں، تو ضرور حکومت سمیت ارباب مدارس، مخیران قوم وملت کو اس بات کی بھی فکر ہونی چاہیے کہ اس قوم کی مذہبی مراسم کی ادائیگی کے لیے کیا پنڈت، سادھو، برہمنوں کو لایا جائے گا!؟

یہ بات مدرسہ بورڈ کے چیئرمین جناب افتخار جاوید صاحب کے لیے بھی واضح کر دیتے ہیں کہ مدارس کے طلبا، وہ آئین کو شرعی قانون سے بدلنے کے لیے نہیں پڑھ رہے ہیں۔ وہ بہت سادہ زندگی گزارتے ہیں۔ ان کے پاس سازش رچنے اور اپنے ہی لوگوں کی جان لینے کا وقت نہیں ہے۔ تاہم جو بات انہیں بار بار بتائی جاتی ہے، سکھائی جاتی ہے اور درحقیقت ان کے ذہنوں میں ڈالی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ "ظالم کے سامنے گھٹنے نہ ٹیکیں۔ وہ اپنی رہنمائی قرآن سے اخذ کریں، اور لوگوں کو نصیحت کریں کہ اللہ کی ہدایت پر عمل کر کے اس کی خوشنودی حاصل کرنے میں مدد کریں، جو مدارس کا اساسی مقصد ہے۔

اب بات جب یہاں تک ہو ہی گئی ہے تو یہ ہم صرف پر ضروری ہے کہ آئیے جانیں کہ مدارس کا لباس کوڈ کے تعلق نظریہ کیا ہے۔

مدارس ڈریس کوڈ:

یہ بات واضح رہے کہ مدرسے کا بنیادی مقصد قرآن وسنت کا فروغ ہے اور اس کے مطابق لوگوں کو زندگی گزارنے کا پابند کرانا ہے۔

اب اسلام کے ڈریس کوڈ کے نظریہ کے بارے میں بات کریں تو سارے فقہا/اسکالرز اس بات پر متفق ہیں کہ مرد کے لیے ناف اور گھٹنوں کے درمیان کے حصے کو عورت کہتے ہیں، جس کا چھپانا ضروری ہے، اور عورت کے لیے عورت کی تعریف چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ پورا جسم ہے، جس کا چھپانا ضروری ہے۔

اب چھپانے کے متعلق بھی چار ضروری باتیں ہیں:

1-انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے چھپانے کے اجزاء کو پوری طرح ڈھانپے۔

2-کپڑے اتنے ڈھیلے ہونے چاہئیں کہ وہ اس سے جسم کے اجزا کی وضاحت نہ ہوں۔

3-کپڑے کافی موٹا ہونا چاہئے تاکہ جلد کے رنگ یا ڈھکنے کے لئے ضروری حصوں کی وضاحت نہ ہو۔

4-کپڑیں توجہ مبذول کرنے کے طریقے سے ڈیزائن نہیں کیا جانا چاہئے۔ شائستگی اور "نمائش" سے گریز کا بنیادی اصول تمام مومنین کے مردوں اور عورتوں پر لاگو ہوتا ہے۔

یہ اسلام اور مدارس کے ڈریس کوڈ کا بنیادی نظریہ ہے جس پر طلبۂ مدارس، اساتذہ، ملازمین عمل پیرا ہوتے ہوئے آرہے ہیں، اور اس قسم کی لباس کی آزادی آئین بھی دیتا ہے حتی کہ مدارس، آئین کا حصہ ہیں، جو کسی بھی صورت میں غیر آرام دہ لباس وماحول کی اجازت نہیں دیتے۔

مدارس تعلیم کے اغراض:

ظاہر ہے کہ اس ملک میں مدارس کے ساتھ بہت سے، بے شمار ادارے اپنے مقاصد کے تحت چل رہے ہیں، اور مدرسہ کی تعلیم کا جو مقصد ہے وہ دینیات کے طالب علم کو سائنس دان، انجینئر، ڈاکٹر یا کسی دوسرے پیشہ ور کے درجے تک اپ گریڈ کرنا نہیں ہے، طلبہ کے والدین جان بوجھ کر اپنے بچوں کو یہ جانتے ہوئے بھی مدرسہ میں داخل کرواتے ہیں کہ انہیں کوئی سائنس، ارتھولوجسٹ میں فائدہ حاصل نہیں ہوگا، وہ تو ایک عالم دین، مذہبی گیان کے لیے انہیں مدارس میں بھیجتے ہیں۔ اگر ان کے والدین کو یہی سارے علوم حاصل کرانے ہوں یا جس بھی طالب علم کو یہ سارے علوم حاصل کرنے ہوں، تو پھر وہ بچے، ان کے والدین، اپنے بچوں کو مدرسہ ہی کیوں بھیجتے؟ اس ملک میں ان سارے علوم اور ان مقاصد کے تئیں بے شمار ادارے چل رہے ہیں، وہاں جاکر وہ ایڈمیشن لیں اور اپنے مقاصد کو پورا کریں۔

مدارس میں بچوں کے داخلہ دلانے کی مندرجہ ذیل وجوہات بھی ہیں:

1-ان کا مذہبی عقیدہ درست اور اس کو مذہب کے بارے میں علم حاصل ہوجائے۔

2-ان کو یہ یقین ہے کہ مدارس بہت سی خامیوں کے باوجود ان کے بچوں کو اخلاقی اور سماجی اقدار سکھانے کے لیے اب بھی بہترین جگہ ہیں۔

3-مدارس کے طلبہ معاشی طور پر نسبتاً غریب ہوتے ہیں، دنیاوی حکمت کی کمی کے لحاظ سے سادہ لوح ہوتے ہیں، اور درجہ یا مقام میں پست ہوتے ہیں تاہم وہ تقابلی طور پر قانون کے مطابق ہوتے ہیں۔

4-والدین کی مالی پریشانی بھی اس طرف رغبت ترین ہونے کی ایک خاص وجہ ہے، اس سوچ کے ساتھ کہ وہ اسکول کی فیسیں برداشت نہیں کرسکتے، اپنے بچوں کو دین کا کچھ علم حاصل کرنے کے لیے مدرسہ میں داخل ہونے پر مجبور کریں تاکہ یہ نجات کا ذریعہ بھی بن سکے، اور علم سے آراستہ بھی ہوجائیں۔

سارے سوالات اور مدارس کے تئیں سارے خلجانوں کی وضاحت پیش کرنے کے بعد، ہر سوال اٹھانے والوں کو، یا جس کسی کے بھی دماغ میں اس قسم کی مضمرانہ باتیں اب بھی چل رہے ہوں، تو یہ فکری انحرافات کے ساتھ معاہدہ اور منہج غیر کی پیروی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ مدرسہ بورڈ اور اربابِ حکومت کو ضرور اس پر غور کرنا چاہیے۔

توحید فی المحبۃ

تاجدار مارہرہ شیخ طریقت حضرت سید نجیب حیدر قادری برکاتی کا مضمون بعنوان "توحید فی المحبۃ" پر لکھنے کے لیے دعوت نامہ موصول ہوا سالنامہ "اہل سنت کی آواز" کے لیے ہم نے طے شدہ موضوع پر مضمون ارسال کیا، بفضلہٖ تعالیٰ خصوصی شمارہ "اسلام کا نظریۂ توحید" جلد 11 شعبان المعظم 1425ھ/اکتوبر 2004ء میں شائع ہوا۔ خانقاہ برکاتیہ بڑی سرکار مارہرہ مطہرہ کے شکریے کے ساتھ ہم اس کو نذر قارئین کرتے ہیں۔

مبارک حسین مصباحی

اس کائنات کا خالق و مربی اللہ تعالیٰ ہے۔ اس نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، احسن تقوم کا شاہکار بنایا، عقل و شعور اور عشق و عرفان کی دولت سے سرفراز فرمایا، خود شناسی خدا شناسی کی بنیاد ہے "مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ"۔ مگر نفس پرستی خدا پرستی کی راہ میں سب سے بڑی دیوار بھی ہے۔ نفس پرستی کے صنم کو مسمار کیے بغیر کعبہ دل تجلیات ربانی کا مرکز نہیں بن سکتا، عالم ارواح ہی میں انسان عرفان الٰہی کے جام سے سرشار ہو گیا تھا۔ خلعت بشری کی نمود سے پہلے ایک دل نواز صدا گونجی تھی "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" - کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ ساری ارواح بیک آواز پکار اٹھیں "بَلیٰ" کیوں نہیں بلاشب تو ہمارا رب ہے، فطرت کا تقاضا ہے اپنے وعدے کو وفا کیا جائے، اپنے خالق و مالک کا سجدہ کیا جائے، اس کے ذکر و فکر سے محفلوں میں حرارت پیدا کی جائے، کائنات دل اس کی محبت کے سوز و ساز سے آباد کی جائے، نہاں خانۂ دل میں اس کی یاد کا چراغ روشن کیا جائے، عبادت و ریاضت سے عروج عبدیت کی معراج حاصل کی جائے، ہاؤ ہو کی دل گداز ضربوں سے کائنات عالم میں توحید کا غلغلہ بلند کر دیا جائے۔ یہی انسانی عظمتوں کی معراج ہے، اسی محبت کے سوز و ساز سے فرشیوں کا عرشیوں میں پرچم لہرا رہا ہے۔ بقول ڈاکٹر اقبالؔ

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہِ کامل نہ بن جائے

غار حرا سے انوار الٰہی کا جو سلسلہ چلا تھا اس نے فاران کی چوٹی سے مہر نیم روز کی طرح پوری دنیا کو بقعۂ نور بنا دیا تھا، ناکام انسانیت کے لیے بس ایک ہی کامل اور آخری نسخۂ کیمیا تھا، روئے ارض پر گم گشتگانِ راہ کے لیے ایک ہی منارۂ ہدایت تھا "قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا" ازعان و یقین کی سب سے بلند چوٹی سے نعرۂ توحید بلند کرو بیمار دلوں کو شفا مل جائے گی، دل کی اتھاہ گہرائیوں سے اس محسنِ حقیقی کی محبت کا دم بھرو، دنیا کی حرص و ہوس حرف غلط کی طرح مٹ جائے گی۔ حقیقی محبت اس خالق و مالک ہی کے لیے زیب دیتی ہے۔ وفا شعار دل کا تقاضا یہی ہے جس کا کھایا جائے اس کا گایا جائے، انسان کی تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ بندہ اس کی اطاعت و فرماں برداری کرے، اس کی عبادت و محبت میں ایسا وارفتہ حال ہو جائے کہ کائنات کا ذرہ ذرہ مظہر الٰہی کا شاہکار نظر آئے، اپنی ذات کو بھی بحرِ محبت میں ایسا مستغرق کر دے کہ فنا فی اللہ کی منزل میں گم ہو جائے، بلکہ ایک منزل ایسی بھی آئے کہ اپنی گم شدگی کا احساس بھی فنا ہو جائے۔ عالم اور کاروبار عالم کی محبت اس کے دل سے نکل جائے بلکہ اس کا وجود "اَلْحُبُّ فِي اللّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ" کا پیکر جمال بن جائے، محبت و عداوت کے ہر مرحلے میں رضائے الٰہی پیش نظر ہو، اللہ تعالیٰ سے محبت اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے محبت یہی ہے "توحید فی المحبۃ" ہے۔ اللہ سے محبت کا دعویٰ کرنا اور اللہ والوں سے نفرت کرنا روح محبت کے منافی ہے، اور اس کو توحید خالص کا نام دینا بدعت و گمراہی ہے۔ سچی محبت ہوتی ہے تو محبوب کے در کی خاک بھی اکسیر نظر آتی ہے محبوب کے محبوب کا تو عالم ہی دوبالا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ خود چاہتا ہے کہ اس کے محبوبوں سے محبت کی جائے بلکہ رسول کی اطاعت کو اپنی محبت کا معیار ٹھہرایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ"

(آلِ عمران:31)

ترجمہ: اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے

ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمھیں دوست رکھے گا

اس آیت کریمہ کا تیور بتا رہا ہے کہ محبتِ الٰہی کا دعویٰ اطاعت مصطفیٰ کے بغیر باطل ہے اور اطاعت مصطفیٰ کے لیے محبت مصطفیٰ اولین شرط ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے کتنے پتے کی بات کہی ہے:

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

توحید فی المحبۃ کے نظریہ کو بھی عقل پرستوں نے اپنی فکر و دانش کا محور بنایا اور اس میں بھی جہالت و بدعقیدگی کے راستے سے بہت سی خرافات و بدعات داخل ہو گئیں، صدیوں کے دامن پر پھیلی ہوئی انبیاے کرام اور رسولان عظام کی دعوت و ارشاد کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ انسان کی مقدس پیشانی کو خدا کی بارگاہ میں جھکا دیا جائے اور اس کے دل و دماغ میں محبت الٰہی کا صور پھونک دیا جائے، نبی آخر الزماں کی تشریف آوری کے بعد اب سلسلۂ نبوت ختم ہو گیا لیکن وارثین ختم الرسل، مولاے کل ﷺ کے نظریۂ توحید کو باقی رکھیں گے، تعلیمات الٰہی کی شعاعوں سے ویران دلوں کو جگمگاتے رہیں گے اور اندھیری رات کے مسافروں کو محبت الٰہی کی منزل پر پہنچاتے رہیں گے۔

آج کے عہد بلا خیز میں کسی نہ کسی طور پر مدارس اسلامیہ سے خانقاہوں تک اسی محبت الٰہی کا درس دیا جاتا ہے اور محراب و منبر سے مواعظ حسنہ کی محفلوں تک اسی منزل حق کے سوز و ساز کی نشاندہی کی جاتی ہے اور جو جماعت اپنی فکری کج روی اور گمراہ کن افکار سے محبت الٰہی کے حقیقی تقاضوں سے بے بہرہ ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ اس کے سر سے خلافت ارضی کا تاج زریں اتار کر دوسروں کو اس کا اہل بنا دے گا اور توحید فی المحبۃ کا یہ سلسلۂ زریں قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا اور ارباب معرفت کے قلوب میں محبت الٰہی یہ کی آگ اسی طرح بھڑکتی رہے گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ“ (المائدہ:54)

ترجمہ: اے ایمان والو تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا۔

توحید کی تعریف:

اب ہم اس تمہید کے بعد توحید کے چند گوشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے ”توحید فی المحبۃ“ کے حقیقی نقطۂ نظر کی تفصیل سپردِ قلم کریں گے۔ ”توحید فی المحبۃ“ کا مطالعہ صرف ایک نظریے کے طور پر نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ عملی اور فکری زندگی کو اس منزل قدس تک پہنچانے کا جذبۂ شوق ہمہ دم بیدار رہنا چاہیے۔ ہمارے عہد میں معارف تصوف کو صرف ایک فن اور نظریہ کے اعتبار سے دیکھتے اور پڑھتے ہیں جب کہ یہ مکمل کردار و عمل کی چیز ہے، اس عوارف المعارف کے بحرِ ناپیدا کنار کا غواص ہی اس کے لعل و جواہر ساحل مراد تک لا سکتا ہے اور وہی اس کی حقیقی لذت سے آشنا ہو سکتا ہے ورنہ حیرت وارتیاب کے عالم میں ورق گردانی کا کچھ حاصل نہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو اپنی محبت کے جام شیریں سے سیراب فرمائے اور صداے لب نغمۂ دل بن جائے۔ اب ہم ذیل میں توحید کے حوالے سے بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

رسالہ قشیریہ میں ہے کہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ سے کسی نے توحید کے متعلق سوال کیا تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا جس کو تم ایک قرار دے رہے ہو (مؤحد) کمال احدیت کے ہوتے ہوئے اس کی وحدانیت کی تحقیق کی وجہ سے اسے یکتا سمجھنا توحید ہے، بایں معنی کہ وہ ایسا واحد ہے جس نے نہ کسی کو جنا اور نہ اسے کسی نے جنا، نہ اس کی کوئی ضد ہے اور نہ مثال اور نہ شبیہ، یہ سب بغیر تکیف اور بغیر تصویر و تمثیل کے ہے، کوئی چیز اس جیسی نہیں اور وہ سمیع و بصیر ہے۔ جب عقل مندوں کی عقلیں توحید کے متعلق انتہا تک پہنچ جائیں تو ان کی انتہا حیرت پر ہوتی ہے۔“ (امام ابو القاسم عبد الکریم ہوازن قشیری، رسالہ قشیریہ، ص:539، 540، مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، پاکستان)

حضرت جنید بغدادی مزید فرماتے ہیں:

” توحید کے متعلق بہترین قول وہ ہے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کو اپنے جاننے کی صرف ایک راہ بتائی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اس کی معرفت سے عاجز ہے۔“ (ایضاً، ص:541)

توحید کی جامع تعریف فکر و قلم کی گرفت سے بالاتر ہے اور زبان و بیان کی دل آویز تعبیریں اس کے مفہوم کی ادائیگی سے قاصر ہیں، طائران افکار کی پروازیں بھی منزل پر جا کر دم توڑ دیتی ہیں وہاں سے توحید کے عرفان کا عالم شروع ہوتا ہے بڑے بڑے ارباب علم و معرفت اس راہ میں حیران و درماندہ نظر آتے ہیں۔

علا میر علی بن محمد (م 1158ھ) رقم طراز ہیں:

”التوحید هو لغة جعل شئ واحدًا - وفی عبارة

العلماء اعتقاد وحدانية تعالى. وعند الصوفية معرفة وحدانية الثابتة له في الازل والابد وذلك بان لا يحضر في شهوده غير الواحد جل جلاله كذا في مجمع السلوك. قال فى شرح القصيدة الفارضية : كل المقامات والاحوال بالنسبة الى التوحيد كالطرق والأسباب الموصلة إليه، وهو المقصد الاقصى الا علي وليس وراء للعباد قربة و حقيقة جلت عن ان يحيط بها فهم اويحوم حولها وهم، وتكلم كل طائفة فيه بعضهم بلسان العلم والعبارة، والبعض بلسان الذوق والاشارة، وماقدروه حق قدره، ومازاد بيانهم غير ستره" . انتهى(علامہ محمد علی تھانوی حنفی، کشاف اصطلاح الفنون 310/4، دار الکتب العربیۃ، بیروت، لبنان)

ترجمہ: توحید کے لغوی معنی کسی چیز کو ایک قرار دینا ہے اور علما کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عقیدہ رکھنا توحید ہے اور صوفیہ کے نزدیک توحید اس وحدانیت کی معرفت کا نام ہے جو اس کے لیے ازل اور ابد میں ثابت ہے۔ معرفت اس طرح کہ اس کے شہود میں غیر واحد جل جلالہ کے کسی کا حضور نہ ہو۔ یہی تعریف "مجمع السلوک" میں ہے، اور قصیدہ فارضیہ میں ہے: توحید سے متعلق تمام احوال و مقامات اس تک پہنچانے والے طرق واسباب ہیں اور یہی بلند مقصد اور اعلیٰ مطلوب ہے اور اس کے علاوہ بندوں کے لیے قرب الٰہی کی کوئی منزل نہیں اور توحید کی حقیقت کا ادراک فہم و خیال سے بالاتر ہے۔ توحید کے موضوع پر ہر جماعت نے کلام کیا ہے کسی نے علم و تعبیر کی زبان میں اور کسی نے ذوق واشارہ کی زبان میں لیکن کما حقہ توحید کی توضیح نہ کر سکے بلکہ ان کی تعریف و توضیح سے اور زیادہ خفا پیدا ہو گیا۔"

توحید کے تعلق سے ارباب علم و دانش نے اپنے علم کے مطابق رائے زنی کی، ارباب معرفت نے اس بحر نا پیدا کنار میں غوطہ زنی کی مگر سچی بات یہ ہے کہ جوں جوں آگے بڑھنے کی کوشش کی حیرتوں کی دنیا میں ڈوبتے ہی چلے گئے اور جوں جوں حقیقت کی پردہ کشائی کی گئی ہر منزل کی تہ میں مزید دبیز پردے نظر آئے۔ حضرت امام رازی تفسیر کبیر میں رقم طراز ہیں:

"و من ان ههنا حاله عجيبة ، فان العقل مادام يلتفت إلى الوحدة فهو بعد لم يصل الى عالم الوحدة، فاذا ترك الوحدة فقد وصل الوحدة ، عبرت عنه وهل يمكن التعبير عن ذلك ؟ فالحق انه لايمكن لانك متى عبرت عنه فقد اخبر تعنه بامر اخر، والمخبر عنه غير المخبر به، فليس هناك توحيد، ولو اخبرت عنه فهناك ذات مع السلب الخاص فلايكون توحيد هناك فاما اذا نظرت اليه من حيث انه هو، من غير ان يخبر عنه لا بالنفي ولا بالاثبات فهناك تحقق الوصول الى مبادى عالم التوحيد ، ثم الالتفات المذكور لايمكن التعبير عنه الا بقو له هو ، فلذلك عظم وقع هذه الكلمة عند الخائصين في بحار التوحيد انتهى"۔(امام رازی، تفسیر کبیر)

ترجمہ: یہاں عجیب وغریب صورت حال ہے کیونکہ عقل جب تک وحدت میں متوجہ رہتی ہے اس وقت عالم وحدت تک نہیں پہنچتی اور جب منزل وحدت چھوڑتی ہے تو وحدت تک پہنچتی ہے تو کیا اس کی تعبیر ممکن ہے؟ حق یہی ہے کہ اس کی تعبیر ممکن ہی نہیں اس لیے کہ آپ جب اس کی تعبیر کریں گے تو اس کے بارے میں کسی دوسرے لفظ سے خبر دیں گے اور جس کے بارے میں خبر دی جائے وہ اس لفظ کے سوا ہو گا جس کے ذریعہ خبر دی جاری ہے تو یہاں توحید نہیں رہی اور اگر آپ اس کی خبر دیں گے تو وہاں سلب خاص کے ساتھ ایک ذات ہو گی تو بھی وہاں توحید نہیں رہی اور جب آپ اس کی جانب نظر کریں اس حیثیت سے کہ وہ وہ ہے نفی و اثبات کی قید کے ساتھ خبر سے قطع نظر تو اس وقت عالم توحید کے مبادی تک رسائی کا تحقق ہو گا، پھر مذکورہ بالا التفات کی تعبیر صرف لفظ "ھو" سے ممکن ہے اس لیے توحید کے سمندروں میں غواصی کرنے والوں کے نزدیک یہ کلمہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔"

مندرجہ بالا عبارتوں سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ توحید کی تعریف اور اس کی تعبیر وتشریح کتنا مشکل امر ہے۔ توحید اسلام کا بنیادی رکن ہے اس پر ایمان و اعتقاد کے بغیر کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا ہے اس لیے علمائے کرام نے عقیدہ توحید پر روشنی ڈالی ہے تاکہ توحید پر اس کے مطابق اعتقاد رکھا جائے اور گمراہ فرقوں کے باطل عقیدہ توحید سے اجتناب کیا جا سکے۔ اب ہم ذیل میں عقیدہ توحید کی تشریح کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور وحدانیت کی معرفت کا مدار دس اصولوں پر ہے:

(1) اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ موجود ہے (2) ازلی ہے (3) ابدی ہے (4) جو ہر نہیں (5) جسم نہیں (6)

عرض نہیں (7) کسی جہت سے خصوصیت نہیں رکھتا (8) کسی مکان پر ٹھہرا ہوا نہیں بلکہ عرش پر اپنی شان کے لائق مستوی ہے (9) آخرت میں اس کا دیدار ہوگا (10) وہ بغیر شریک و بے مثل کے اکیلا ہے ...
اور بقول امام ربانی مجدد الف ثانی اللہ تعالیٰ صفات کاملہ رکھتا ہے جن میں سے حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام اور تکوین بھی ہیں، یہ صفات ازلی اور قدیمی ہیں اور اللہ جل شانہ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ حوادث کے ساتھ تعلقات کا ہونا صفات کے قدیم ہونے میں خلل نہیں ڈالتا اور متعلق کا حدوث ان صفات ازلیت کے لیے مانع نہیں ہے فلاسفہ نے اپنی بے وقوفی سے اور معتزلہ نے اپنی بے بصیرتی سے متعلق کے حدوث کو متعلق حدوث سے وابستہ کر دیا ہے اور وہ صفات کاملہ کی نفی کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کو جزئیات کا جاننے والا نہیں سمجھتے کہ وہ تغیر و مستلزم ہے کہ جو حدوث کی علامت ہے، ان لوگوں کو یہ بھی نہیں معلوم کہ صفات ازلی ہوتی ہیں اور متعلقات حادثہ کے ساتھ صفات کا تعلق حادث ہوتا ہے۔ (مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی اردو، دفتر دوم، ص:62، 63)

مدارج توحید:

حضرت امام ابوالقاسم عبد الکریم قشیری نے توحید کی تین قسمیں تحریر کی ہیں:

(1)- "توحید الحق للحق" یعنی اللہ تعالیٰ کو واحد جاننا اور اوروں کو بتلانا کہ وہ واحد ہے۔

(2)- "توحید الحق سبحانہ للخلق" یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اس کا فلاں بندہ موحد ہے اور اللہ تعالیٰ بندے کی توحید کا خالق ہے۔

(3)- "توحید الخلق للحق سبحانہ" بایں معنی کہ بندے کو اس بات کا علم ہے کہ اللہ ایک ہے اور بندے کا حکم لگانا اور بتلانا کہ اللہ ایک ہے۔

اس تیسری قسم کے متعلق حضرت ذوالنون مصری نے فرمایا:
"توحید یہ ہے کہ تو جانے کہ اشیا میں اللہ تعالیٰ کی قدرت جاری و ساری ہے مگر طبیعت کے طور پر نہیں (بلکہ اختیار کے طور پر) اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اشیا کو پیدا کرتا ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کو کوئی کوشش یا زور نہیں لگانا پڑتا (بلکہ جو چاہا ہو گیا ہر چیز کی علت و سبب اس چیز کا بنانا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے کاموں کی کوئی علت نہیں اور تمھارے ذہن میں خواہ کسی چیز کا تصور آجائے وہ اللہ تعالیٰ کا تصور نہیں ہوگا"۔ (امام ابو القاسم عبد الکریم ہوازن قشیری، رسالہ قشیریہ، ص:539، مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، پاکستان)

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہ نے توحید کے چار درجے بڑی تفصیل سے رقم فرمائے ہیں۔ اب ہم ذیل میں ان کی تلخیص لکھتے ہیں:

پہلا درجہ: ایک گروہ فقط زبان سے بھی لا الہ الا اللہ کہتا ہے مگر دل سے رسالت و توحید کا منکر ہے ایسے لوگوں کو اسلام میں منافق کہا جاتا ہے۔

دوسرا درجہ: اس کی دو شاخیں ہیں ایک گروہ زبان سے بھی لا الہ الا اللہ کہتا ہے اور تقلیداً دل میں بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ اللہ ایک ہی ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ اس گروہ کے لوگ عام مسلمانوں میں ہیں... دوسرا گروہ زبان سے بھی لا الہ الا اللہ کہتا ہے اور دل میں یہی اعتقاد صحیح رکھتا ہے اور اپنے علم کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر سیکڑوں دلیلیں رکھتا ہے۔ اس گروہ کے لوگ علمائے متکلمین یعنی علمائے ظواہر کہلاتے ہیں۔

تیسرا درجہ: موحد مومن بہ اتباع پیر طریقت مجاہدہ و ریاضت میں مشغول ہے۔ رفتہ رفتہ اس نے یہ ترقی کی ہے کہ نور بصیرت دل میں پیدا ہو گیا ہے، اس نور سے اس کو اس کا مشاہدہ ہے کہ فاعل حقیقی وہی ایک ذات ہے سارا عالم گویا کٹھ پتلی کی طرح ہے کسی کو (حقیقی) کوئی اختیار نہیں ہے۔ ایسا موحد کسی فعل کی نسبت کسی دوسرے کی طرف نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ دیکھ رہا ہے کہ فاعل حقیقی کے سوا دوسرے کا فعل نہیں ہے۔

چوتھا درجہ: اذکار و اشغال اور ریاضت و مجاہدہ کے بعد سالک یہاں تک ترقی کرتا ہے کہ بعض اوقات شش جہت میں اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کچھ نظر نہیں آتا، سالک کے دل پر تجلیات صفاتی کا ظہور اس شدت سے ہوتا ہے کہ ساری ہستیاں اس کی نظر میں گم ہو جاتی ہیں.... صوفیوں کے یہاں اس مقام کا نام "الفنافی التوحید" توحید میں فنا ہو جانا ہے۔ اس مقام پر اگر شطحیات سالک سے سرزد ہوں گے تو اس کی خامی سمجھی جائے گی، اس میں شک نہیں کہ خدا کی تجلی ہو جاتی ہے اور خدا اپنا جلوہ دکھاتا ہے گر انسان میں حلول نہیں کرتا اس مقام میں پہنچ کر سیکڑوں سالک پھسل کر گر چکے ہیں، اس خوفناک جنگل سے جان سلامت لے جانا بغیر تائید غیبی اور عنایت ازلی ناممکن ہے اور مرشد کی مدد بھی ضروری ہے۔

بہر کیف درجہ چہارم کی توحید میں سالکوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں کسی پر ہفتہ میں ایک ساعت کے لیے فنائیت طاری ہوتی ہے کسی پر ہر روز ایک ساعت یا دو ساعت اور کسی پر بیشتر اوقات عالم استغراق رہتا ہے۔

فنافی التوحید کے بعد ایک مرتبہ ہے جس کا نام "الفناء عن الفناء" ہے اور یہ بھی چوتھے درجہ کا مرتبۂ کمال ہے، اس مرتبے میں سالک کی حالت یہ ہوتی ہے کہ کمال استغراق کی وجہ سے اس کے احساس کو اپنی فنائیت کی خبر نہیں ہوتی اور نہ اس کی آگاہی باقی رہتی ہے کہ ہم فنا ہوئے، یہاں تک کہ جمالی اور جلالی کا فرق بھی نظر نہیں آتا ایک جنبش میں سب باتیں غائب ہو جاتی ہیں، کیونکہ کسی قسم کا علم باقی نہیں رہتا۔ اہلِ طریقت کے نزدیک تفرقہ کی دلیل ہے مقام عین الجمع اور جمع الجمع جب ہی حاصل ہوگا کہ سالک اپنے کو اور کل کائنات کو ظہور حق کے دریائے نور میں گم کر دے اور اس کی بھی خبر نہ رکھے کہ گم کون ہوا۔

توحید وجودی علم کے درجہ میں ہو یا شہود کے ابتدائی درجہ سے انتہائی درجہ تک پہنچے، ہر مرتبہ میں بندہ بندہ ہے خدا خدا ہے، اس لیے "انا الحق وسبحانی ما اعظم شانہ" وغیرہ کہنا اگر صدقِ حال نہ ہو تو خود اہل طریقت کے نزدیک یہ کلمات کفریہ ہیں اور جہاں صدق حال ہے بیشک وہاں کمال ایمان کی دلیل ہے۔ (مخدوم جہاں، شرف الدین احمد یحییٰ منیری، مکتوبات صدی، ص:47 تا 52)

توحید فی المحبۃ کے موضوع پر کچھ تحریر کرنے کے لیے توحید کے مفہوم پر بنیادی گفتگو کرنا ضروری تھا اب ہم محبت کے شیریں لفظ اور دل آویز مفہوم کی جانب بحث کا رخ موڑتے ہیں۔ لفظ محبت جیسے ہی پردۂ سماعت سے ٹکراتا ہے دل و دماغ کیف آگیں خوشبو سے مہک اٹھتے ہیں، جب مجازی محبت کے تصور کا یہ عالم ہے، تو حقیقی محبت کا خلد بردوش مفہوم کتنا پرسوز اور دل نواز ہوگا، عشق و عرفان کے اسی کیف بار ماحول میں اب ہم محبت کی جانب روئے سخن کرتے ہیں تا کہ "توحید فی المحبۃ" کے پرسوز تصور کے لیے دل کا دروازہ پہلے ہی سے کھلا رہے۔

محبت کے لیے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پر گایا نہیں جاتا

لفظ محبت کی لغوی تشریح:

لغوی تحقیق کے اعتبار سے لفظ محبت حبۃ سے نکلا ہے جس کے معنی بیج کے ہیں جس کو زمین میں بوتے ہیں پھر حبہ کو حب بنا دیا، زندگی کی جڑ اسی میں ہے جس طرح روئیدگی یعنی اگنے کی استعداد تخم میں ہوتی ہے جب بیج مٹی میں مل کر چھپ جاتا ہے اس پر پانی برستا ہے، دھوپ لگتی ہے، جاڑوں کی ٹھنڈک اور گرمی کی تیزی اس پر پہنچتی ہے مگر وہ بدلتا نہیں جب اس کا موسم آتا ہے تو اگنے لگتا ہے۔ پھول پتیاں نکلتی ہیں، پھل لاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح جب محبت دل میں جگہ بنا لیتی ہے تو محبوب کی موجودگی اور جدائی، بلا و مشقت اور لذت و آرام سے بدلتی نہیں۔

(مخدوم جہاں، شرف الدین احمد یحییٰ منیری، مکتوبات صدی، ص:327)

بعض صوفیائے کرام نے بھی لفظ محبت کے لغوی مفہوم سے بحث کی ہے۔ چند اقوال ذیل میں ملاحظ فرمائیے:

1 - پاکیزہ اور صاف محبت کا نام حب ہے کیونکہ عرب حب الاسنان بولتے ہیں اور ان کی مراد دانتوں کی سفیدی اور تروتازگی ہوتی ہے۔

2 - بعض کہتے ہیں کہ سخت بارش کے وقت جو بلبلے اٹھتے ہیں انھیں حب الماء کہا جاتا ہے اس بنا پر محبوب کی ملاقات کے جوش اور پیاس کے بھڑکنے کا نام محبت ہے۔

3 - بعض کہتے ہیں کہ یہ لفظ لازم ہونے اور ثابت قدم رہنے کے معنی میں آتا ہے کیونکہ عربی کا محاورہ ہے 'احب البعیر' جب وہ بیٹھ جائے اور پھر نہ اٹھے اس صورت میں معانی ہوئے کہ عاشق کا دل کسی وقت بھی معشوق کے ذکر سے نہیں ہٹتا۔

4 - لفظ محبت حب سے ماخوذ ہے جو حبہ کی جمع ہے اور "حبۃ القلب" دل کا وہ مقام ہے جس پر دل کا دارومدار ہے لہذا محبت کا نام اپنے محل کے نام پر رکھا گیا۔

محبت اقوال صوفیا کی روشنی میں:

امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری (376-465ھ) نے اپنی شہرہ آفاق کتاب رسالہ قشیریہ میں محبت کے مفہوم کے سلسلہ میں قریب چالیس اقوال ذکر کیے ہیں، ہم ان میں سے چند یہاں نقل کرتے ہیں:

1- مشتاق دل کے ساتھ دائمی میلان کا نام محبت ہے۔

2- دل اللہ تعالیٰ کی مراد کے موافق ہونا محبت ہے۔

3- حضرت سہیل فرماتے ہیں: محبت یہ ہے کہ تو اطاعت گزاری پر قائم رہے اور محبوب کی مخالفت سے دور رہے۔

4- حضرت ابویزید بسطامی فرماتے ہیں: اپنی کثیر چیز کو قلیل سمجھنا اور محبوب کی قلیل چیز کو کثیر سمجھنا محبت ہے۔

5- حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے محبت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا "عاشق کا اپنی صفات کو اپنانا محبت ہے ان کا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ محبوب کے ذکر کا غلبہ یہاں تک ہو کہ عاشق کے دل پر محبوب کے ذکر کے سوا کچھ نہ ہو اور اپنی صفات اور ان کے احساس سے کلیۃً غفلت ہو۔

6- حضرت شبلی فرماتے ہیں: محبت کو محبت اس لیے کہا گیا ہے کہ یہ دل سے محبوب کے سوا تمام چیزوں کو محو کر دیتی ہے۔

7- حضرت کتانی فرماتے ہیں: محبوب کی خاطر ایثار کرنے کا نام محبت ہے۔

8- حضرت ابویعقوب سوسی فرماتے ہیں حقیقی محبت یہ ہے کہ انسان یہ بھول جائے کہ اللہ کے یہاں اس کا کتنا حصہ ہے اور اللہ کی طرف اس کی کتنی حاجتیں ہیں۔

9- حضرت جنید بغدادی کہتے ہیں الحارث المحاسبی فرماتے تھے: محبت یہ ہے کہ تو ہمہ تن کسی چیز کی طرف مائل ہو جائے پھر اپنا نفس، روح اور مال سب اس پر قربان کر دے۔ پھر ضروری ہے کہ ظاہر و باطن میں تو اس کی موافقت کرے، بایں ہمہ تو یہ خیال کرے کہ تو نے اس کی محبت میں کوتاہی کی۔

10- محبت دل میں ایک آگ ہوتی ہے جو محبوب کی مراد کے سوا سب کچھ جلا دیتی ہے۔

مندرجہ بالا اقوال کی روشنی میں یہ حقیقت بدر کامل کی طرح منور ہو گئی کہ محب کی نظر میں محبوب اور رضائے محبوب ہی اصل ہوتی ہے اس راہ کا ہر خار اس کی نظر میں پھول ہوتا ہے۔ اس کی زندگی کا ہر لمحہ رضائے محبوب کے لیے وقف ہوتا ہے۔ محبت ایک ایسا تخم ہے جس میں وحدت میں کثرت اور کثرت میں وحدت ہوتی ہے۔ یعنی محبت صرف اللہ تعالی سے ہونا چاہیے اور اللہ تعالی ہی کے لیے ہر چیز سے محبت ہونا چاہیے، یہ وہ منزلِ شوق ہے جہاں زبان پر شکوہ نہیں آتا، رنج و غم اور بلا و مصیبت پر بھی محب سرشار نظر آتا ہے اور رضائے حق کے بغیر کائنات کی سلطانی بھی گردِ راہ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ جب بندہ محبت کی بھٹی میں جل کر کندن ہو جاتا ہے اور عبدیت کے بلند مقام پر فائز ہو جاتا ہے اس ارشادِ الٰہی کا پیکر بن جاتا ہے:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ (الانعام، آیت: 162)

ترجمہ: اے محبوب آپ فرما دیجیے، میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔

ہماری گفتگو کا محور توحید فی المحبۃ ہے اس لیے اب ہم ذیل میں اس حوالے سے قرآنی ارشادات نقل کرتے ہیں:

توحید فی المحبۃ آئینۂ قرآن میں:

(1)- وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَ لَوْ یَرَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾

ترجمہ: اور کچھ لوگ اللہ کے سوا اور معبود بنا لیتے ہیں کہ انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی کی محبت نہیں۔ اور کیسی ہو اگر دیکھیں ظالم وہ وقت جب کہ عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گا اس لئے کہ سارا زور خدا کو ہے اور اس لئے کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

(2)- قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۱﴾ (آلِ عمران: 31)

ترجمہ: اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ اللہ تمھیں دوست رکھے گا اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(3)- یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ ؗ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىِٕمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۴﴾ (المائدہ: 54)

ترجمہ: اے ایمان والو تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ **(جاری)**

نقطۂ نظر

معتزلہ، تفسیر کشاف اور علاّمہ زمخشری

ریاض فردوسی

معتزلہ؛ اعتزال سے اسم فاعل ہے، اعتزال کے معنی ہیں الگ ہونا۔ اہل سنت والجماعت کے عقائد سے الگ ہوجانے کی بنا پر یہ فرقہ ”معتزلہ“ کہلایا۔ معتزلہ کے مذہب کی بنیاد عقل پر ہے وہ خود کو اصحاب العدل والتوحید کہتے ہیں اور نقل پر عقل کو ترجیح دیتے ہیں۔ عقل کے خلاف قطعیات میں تاویلات کرتے ہیں اور ظنیات کا انکار کرتے ہیں۔

معتزلہ ایک عقلیت پسند فرقہ ہے، جس کا بانی ایک ایرانی نژاد واصل بن عطا الغزال جو خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ کا شاگرد تھا، اس کے نزدیک قرآن مخلوق ہے، توحید عقلاً معلوم ہوسکتی ہے، گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے وغیرہ وغیرہ۔

مامون الرشید کے عہد میں یہ سرکاری مذہب بن گیا تھا۔ امت مسلمہ میں پانچ بڑے فرقے ہوئے ہیں ان میں سے ایک معتزلہ بھی ہے، سنی، خوارج، شیعہ، معتزلہ اور باطنیہ۔

دوسری صدی ہجری کے اوائل میں یہ فرقہ وجود میں آیا اور اس کا سب سے پہلا پیروکار عمرو بن عبید تھا جو امام حسن بصری رحمۃ اللہ کا شاگرد تھا، ان لوگوں کو اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد سے الگ ہوجانے کی بنا پر معتزلہ کہا جاتا ہے۔ معتزلہ کے مذہب کی بنیاد عقل پر ہے کہ ان لوگوں نے عقل کو نقل پر ترجیح دی ہے، عقل کے خلاف قطعیات میں تاویلات کرتے ہیں اور ظنیات کا انکار کردیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے افعال کو بندوں کے افعال پر قیاس کرتے ہیں، بندوں کے افعال کے اچھے اور برے ہونے کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے افعال پر اچھے اور برے کا حکم لگاتے ہیں، خلق اور کسب میں کوئی فرق نہیں کرپاتے۔ حضرت حسن بصری رح کے علمی حلقے میں شامل واصل بن عطاء دراصل فرقہ معتزلہ کا بانی ہے۔ دراصل کسی نے حضرت حسن بصری رح سے سوال پوچھا کہ ایک گروہ کہتا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے جبکہ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں قرار دیا جاسکتا۔ آپ کے نزدیک ان میں سے کون درست ہے؟ حضرت حسن بصری رح کے جواب دینے سے قبل ہی واصل بن عطاء بول پڑا کہ میری رائے میں نہ ایسا شخص کافر ہے اور نہ ہی مومن بلکہ اسکے بین بین ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ واصل بن عطاء نے اس کی پرزور تلقین بھی دیگر حاضرین میں شروع کردی۔ اس پر حسن بصری رح نے کہا کہ ھذا الرجل اعتزال عنا یعنی یہ شخص اعتزال کر گیا (ہم سے الگ ہو گیا)۔ یہی لفظ اعتزال پھر واصل کے فکری گروہ کی شناخت بن گیا۔ ایک روایت کے مطابق معتزلہ کا یہ نام نابینا جلیل القدر تابعی قتادہ بن دعامہ سروسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا۔

عمرو بن عبید اور ان کے ساتھی حضرت حسن بصری رح سے اختلاف کے بعد اپنا الگ حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ جہاں یہ نابینا تابعی اسے حسن بصری رح کا حلقہ سمجھ کر بیٹھ گئے۔ جلد ہی ان پر حقیقت واضح ہوئی تو اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا یہ تو معتزلہ ہیں۔ بس یہاں سے اس گروہ کو معتزلہ پکارا جانے لگا۔ اہم بات یہ ہے کہ یہودیوں میں ایک گروہ فروشیم تھا جس کے معنی معتزلہ کے ہیں۔ ان کے عقائد اسلامی فرقہ معتزلہ سے بہت ملتے جلتے ہیں۔

معتزلہ اور اہل سنت والجماعت کے نظریات وعقائد!

معتزلہ کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب، ایمان سے خارج ہوجاتا ہے مگر وہ کفر میں داخل نہیں ہوتا یعنی نہ وہ مومن رہتا ہے نہ کافر، جب کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج تو نہیں ہوتا؛ البتہ وہ کامل مومن نہیں رہتا، اسی طرح معتزلہ کے عقائد میں سے ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے ہیں ان کو ثواب دینا اور ان کو جنت میں داخل کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اور جو لوگ گناہ گار ہیں ان کو سزا دینا اور ان کو جہنم میں داخل کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے یہ عدل کا تقاضا ہے جب کہ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں، مطیع اور عاصی سب اللہ کے بندے اور اس کے مملوک ہیں اور مالک کو اپنی ملکیت میں ہر تصرف کا اختیار ہوتا ہے، اگر اللہ تعالیٰ عاصی کو جہنم میں ڈال دیں تو یہ اس کا عدل ہے اور اگر معاف کردیں اور جنت میں داخل کردیں تو یہ اس کا فضل ہے۔

معتزلہ اللہ تعالیٰ کی صفات علم، حیات، قدرت وغیرہ کا بھی انکار

کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی ذات قدیم ہے اور صفات کو قدیم ماننے کی صورت میں تعددِ قدماء لازم آتا ہے اور یہ توحید کے منافی ہے اس لیے صفات کا انکار کرتے ہیں، لیکن اہل سنت والجماعت اس کا جواب دیتے ہیں کہ صفات کو قدیم ماننا یہ توحید کے منافی نہیں، جو توحید کے منافی ہے وہ ذات قدیم کا تعدد ہے جو یہاں لازم نہیں آتا۔ معتزلہ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے افعال کا خالق نہیں ہے بلکہ بندہ خود اپنے افعال کا خالق ہے لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک بندہ صرف رب کاسب ہے اور خالق اللہ تعالیٰ ہیں۔

معتزلہ کے پانچ نظریات!

(1) عقیدۂ عدل کے اندر در حقیقت انکارِ عقیدۂ تقدیر مضمر ہے، ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ شر کا خالق نہیں، اگر اللہ تعالیٰ کو خالقِ شر مانیں تو شریر لوگوں کو عذاب دینا ظلم ہوگا جو خلافِ عدل ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ عادل ہے ظالم نہیں۔

(2) ان کی توحید کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اور قرآن مجید مخلوق ہیں، اگر انہیں غیر مخلوق مانیں تو تعددِ قدماء لازم آتا ہے جو توحید کے خلاف ہے۔

(3) نفاذِ وعید کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو جو عذاب بتلائے ہیں اور جو جو وعیدیں سنائی ہیں، گنہگاروں پر ان کو جاری کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، اللہ تعالیٰ کسی کو معاف نہیں کر سکتا اور نہ کسی گنہگار کی توبہ قبول کر سکتا ہے، اس پر لازم ہے کہ گنہگار کو سزا دے، جیسا کہ اس پر لازم ہے کہ نیکوکار کو اجر و ثواب دے، ورنہ نفاذِ وعید نہیں ہوگا۔

(4) منزلۃ بین منزلتین کا مطلب یہ ہے کہ معتزلہ ایمان اور کفر کے درمیان ایک تیسرا درجہ مانتے ہیں اور وہ مرتکبِ کبیرہ کا درجہ ہے، ان کے نزدیک مرتکبِ کبیرہ یعنی گنہگار شخص ایمان سے نکل جاتا ہے اور کفر میں داخل نہیں ہوتا، گویا نہ وہ مسلمان ہے اور نہ کافر۔

(5) امر بالمعروف کا مطلب ان کے نزدیک یہ ہے کہ جن احکامات کے ہم مکلّف ہیں دوسروں کو ان کا حکم کریں اور لازمی طور پر ان کی پابندی کروائیں اور نہی عن المنکر یہ ہے کہ اگر امام ظلم کرے تو اس کی بغاوت کر کے اس کے ساتھ قتال کیا جائے۔ یہ فرقہ اب بھی دنیا میں موجود ہے، اور چند گمراہ، اور قرآن و حدیث کی سچی تعلیمات سے ناآشنا نوجوان آج بھی اس کی پیروی کرتے ہیں۔

علامہ زمخشری اور تفسیر کشاف! مولیٰ علی کرم اللہ وجہ کی تعریف میں فرانسیسی مصنف نے ایک کتاب تحریر کی تھی، جس میں آم کرم اللہ وجہ کی بے انتہا تعریف اور توصیف کا بیان تھا، لیکن کتاب کے آخری اوراق میں مصنف نے لکھا ہے کہ!

مولیٰ علی کرم اللہ وجہ کے اندر تمام خوبیوں کے علاوہ سب سے بڑے خوبی تھی کہ وہ مصنوعی حدیث بنا لیتے تھے۔ اسی طرح تفسیرِ کشاف میں علامہ زمخشری نے بہت ہی خوبصورتی سے قرآنی آیات کے معنی اور مطالب کی غلط تشریح بیان کی ہے، اس پر مدلل دلائل قائم کی، سوائے علمائے حق اور اہل دانش کے شائد ہی کسی کی اس طرف رسائی ہو، اور شائد ہی کوئی غور و فکر کرے۔

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ بسبب معتزلی الاعتقاد ہونے کے علامہ زمخشری نے تفسیر میں بعض مقام پر تاویل میں سوءِ تعبیری و تغیر کو کام فرمایا ہے جو اکثر لوگوں پر خفیہ ہے اس لیے ہمارے بعض فقہا نے آپ کی تفسیر کا مطالعہ کرنا حرام لکھا ہے۔ (حدائق الحنفیہ)

فرقۂ معتزلہ میں کثرت سے علماء تھے اور انہوں نے بہت بڑی تعداد میں کتابیں لکھیں مگر ان کی تمام کتابیں جلادی گئیں۔ اس میں صرف ایک استثناء ہے اور وہ زمخشری کا ہے۔ زمخشری اگرچہ معروف معتزلی تھا۔ تاہم اس کی دو کتابیں المفصل (نحو) اور الکشاف (تفسیر قرآن) آج بھی موجود ہیں اور تعجب خیز بات ہے کی ناسمجھ علمائے اہل سنت کے درمیان بدستور مقبول ہیں اور چند نادان علماء اکرام کو علمی مرجع کے طور پر کام دیتی ہیں۔

علامہ زمخشری کی ولادت بروز بدھ 27 رجب المرجب 467ھ مطابق 18 مارچ 1075ء کو زمخشر میں ہوئی۔ علامہ ابوالقاسم محمود بن عمرو بن احمد خوارزمی المعروف علامہ زمخشری کی عربی تفسیر قرآن جو تفسیر کشاف کے نام سے معروف ہے اصل نام "الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل" ہے جو 4 ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اس تفسیر میں علوم عربیت کو نہایت عمدہ طور پر جمع کیا گیا ہے۔ یہ تفسیر علوم ادبیہ میں ایک سند شمار کی جاتی ہے۔

علامہ ابوالقاسم محمود بن عمر بن محمد خوارزمی زمخشری (538-467ھ/1072ء-1144ء) اپنے زمانے کے ممتاز معتزلی عالم اور مفسر قرآن تھے، اور اسکے علاوہ وہ فقہ، فلسفہ، علم کلام اور لسانیات کے بڑے ماہر تھے، بلاشک و شبہ علمی میدان میں امام بلا مدافع، علامہ، نحوی، لغوی، فقیہ جید، محدث متقن، مفسر کامل، فاضل مناظر، ادیب، متکلّم، بیانی، شاعر، ذکی، تیز طبع، الفروع، معتزلی الاصول تھے۔ علم ادب ابی الحسن علی بن مظفر نیشاپوری اور ابی نعیم اصفہانی سے حاصل کیا اور آپ سے زین بقالی محمد ابی القاسم وغیرہ لوگوں نے اخذ کیا اور آپ کو اصحاب

پیدا ہوئے۔کئی دفعہ بغداد میں آئے۔چونکہ یہ ایام طالب علمی جب آپ بخارا کو جارہے تھے تو راستہ میں آپ سواری سے گر پڑے اور ٹانگ کو سخت ضرب آئی اور ہر چند علاج کیا کچھ فائدہ نہ ہوا اس لیے آپ نے ناچار ہو کر ٹانگ کو کٹوا ڈالا اور بجائے اس کے لکڑی کا پاؤں بنوایا، جب چلتے پھرتے تو اس پر کپڑا ڈال دیتے جس سے دیکھنے والا گمان کرتا کہ آپ لنگڑے ہیں۔

ان کی پیدائش ایران کے خوارزم کے علاقہ زمخشر میں ہوئی تھی، اسی کی نسبت سے ان کو زمخشری کہا جاتا ہے۔لیکن معتزلی ہونے کی وجہ سے ان کی توجہ زیادہ تر عقائد کی فلسفیانہ تعبیر و تفسیر سے ہے، اور وہ احادیث نبوی سے کم استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، کیونکہ ان کا عقائد کے حوالے سے جو نقطہ نظر تھا، وہ معتزلی نظریات کا حامل تھا، اس لئے وہ معتزلی علماء میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔

جب معتزلی علما کی طرف سے ان کے عقائد و نظریات کو لیکر ایک طوفان اٹھ کھڑا ہو گیا تھا، تو ان کے معاصر علماء اور عام مسلمانوں کا ان سے اختلاف اس قدر بڑھ گیا کہ وہ اُن کی کتابوں کے دشمن بن گئے، چونکہ اس فرقہ معتزلہ میں کثرت سے علما پائے جاتے تھے، تو انہوں نے بہت بڑی تعداد میں کتابیں بھی لکھی تھیں، خاص کر علامہ زمخشری نے ایک درجن سے زائد کتابیں لکھی تھیں، لیکن جب معتزلی علما کی تمام کتابوں کو جلانے کی کوشش کی گئیں، تو ان میں علامہ زمخشری کی بھی کئی کتابیں جلادی گئیں، لیکن جو کتابیں بچ گئی تھیں، تو ان میں ایک ان کی تفسیر "الکشاف" بھی تھی، اور آج بھی ان کی یہ تفسیر موجود ہے، اور علم و بلاغت کے اعتبار سے مشہور بھی ہے، اور بعد کے ادوار میں لکھی گئی کتب تفاسیر میں اس تفسیر کے حوالے کثرت سے ملتے ہیں۔

علامہ زمخشری کو اپنی تفسیر پر بڑا ناز تھا، اور وہ اپنی اس تفسیر کے بارے میں یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

إن التفاسیر فی الدنیا بلا عدد
و لیس فیها لعمری مثل کشاف
إن کنت تبغی الهدی فالزم قرائته
فالجهل کالداء والکشاف کالشافی

دنیا میں لاتعداد کتب تفاسیر موجود ہیں، مگر میری زندگی کی قسم، کشاف، جیسی ایک بھی تفسیر نہیں ہے۔اگر تو ہدایت کا طلبگار ہے، تو اسے پڑھتا رہ، اس لیے کہ جہالت ایک بیماری ہے، جس سے 'کشاف' شفا بخشتی ہے۔(تاریخ تفسیر و مفسرین: ص339، ایڈیشن 1985ء)

علامہ زمخشری کی تفسیر "الکشاف" اس حوالے سے قابل قدر ماخذ تصور کی جاتی ہے کہ اس میں قرآن کے اعجاز اور اس کی فصاحت و بلاغت پر نہایت عمدہ تفسیر ملتی ہے، لیکن اس تفسیر میں معتزلی عقائد و نظریات کی تائید بھی ملتی اور اس کے لیے علامہ زمخشری نے منطقی طور پر ذہنوں کو الجھانے کی بہترین کوشش کی ہے، اور اس میں بہت حد تک کامیاب بھی رہے ہیں۔

بعض کم علم یا ناواقف لوگ اس تفسیر پر تعریفوں کے پل باندھتے ہوئے علامہ زمخشری کے معتزلی ہونے کا انکار کرتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اعتزال سے توبہ کی تھی، لیکن یہ بات قطعی طور پر درست نہیں ہے، بلکہ موجودہ دور میں جو "تفسیر الکشاف" چھپتی ہے، اس میں امام احمد بن المنیر الاسکندری کے حواشی شامل ہوتے ہیں، جو انہوں نے اس تفسیر کے معتزلی عقائد کے رد میں لکھے ہیں، اور اس تفسیر الکشاف کے سر ورق پر ہی یہ عبارت موجود ہے۔ وفی حاشية: الاول: کتاب الانتصاف فیما تضمینه الکشاف من الاعتزال للامام احمد بن المنیر الاسکندر یه .

اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام ابن المنیر کے حواشی کا مقصد اس تفسیر میں موجود معتزلی عقائد پر تنقید اور رد کرنا ہے، اور ان حواشی کا نام انہوں نے "الانتصاف" رکھا ہوا ہے۔جس کے معنی کسی چیز کا ازالہ کرنے، حق وصول کرنے اور انتقام لینے کے ہیں۔

آخرت میں رویت باری تعالیٰ عقائد اہل سنت میں شامل ہے، لیکن معتزلی علماء آخرت میں رویت باری تعالیٰ کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ۔اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔(القیامۃ: 22-23) اس دن کئی چہرے ترو تازہ ہوں گے۔اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں۔اعلم أن جمهور أهل السنة یتمسکون بهذه الآیة فی إثبات أن المؤمنین یرون الله تعالی یوم القیامة.(التفسیر الکبیر: ج30، ص200)

جان لو کہ جمہور اہل سنت اس آیت (23) سے اس عقیدہ کے اثبات میں دلیل پکڑتے ہیں کہ قیامت کے دن اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔

اس کے بعد پھر امام فخر الدین رازی نے معتزلی عقیدہ کے حوالے سے تفصیل سے بحث کی ہے۔

علامہ زمخشری نے اس آیت کے تحت اپنے معتزلی عقیدہ کی ترجمانی کرتے ہوئے اس سے انہوں نے توقعات اور امید مراد لیا ہے (معنی التوقع و الرجاء) لیکن علامہ زمخشری کی اس تفسیر کا رد کرتے ہوئے حاشیہ میں امام ابن المنیر نے رویت باری تعالیٰ کے اثبات میں تفصیل سے لکھا ہے۔(تفسیر الکشاف:ج4،ص663)

علامہ ابن کثیر نے اس نظریہ کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے۔ وقد ثبت رؤية المؤمنين لله. عز و جل فی الدار الآخرة فی الأحاديث الصحاح من طرق متواترة عند ائمة الحديث لا يمكن دفعها و لا منعها.(تفسیر ابن کثیر:ج4،ص578) آخرت کے گھر میں اہل ایمان کا اللہ عزوجل کا دیدار صحیح احادیث سے ثابت ہے، جو ائمہ حدیث کے نزدیک حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، ان کا رد اور انکار ممکن نہیں۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی نے بھی اس معتزلی عقیدہ کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے !بکثرت احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی جو تفسیر منقول ہے، وہ یہ ہے کہ آخرت میں اللہ کے مکرم بندوں کو اپنے رب کا دیدار نصیب ہوگا۔(تفہیم القرآن:ج6،ص172)

سیکڑوں مقامات پر اس "تفسیر الکشاف" میں معتزلی عقائد کو صحیح ثابت کرنے کے لئے سعی کی گئی ہے، یہاں تک کہ علامہ زمخشری نے کئی مقامات پر اہل سنت سے اپنے بغض و کینہ کا بھی اظہار کیا ہے کہ کبھی ان کو مجوسی اور کبھی اصحاب بدعت لکھا ہے، لیکن اس مختصر سے مضمون میں ان تمام باتوں کا احاطہ ممکن نہیں ہے، اور اہل علم سے وہ قابل اعتراض باتیں پوشیدہ بھی نہیں ہیں، لیکن غلام احمد حریری کی مشہور و معروف تالیف "تاریخ تفسیر و مفسرین" میں علامہ زمخشری اور ان کی تفسیر الکشاف کے بارے میں 16 صفحات کا ایک تحقیقی مضمون شامل ہے، اور قابل مطالعہ بھی ہے۔(تاریخ تفسیر و مفسرین، صفحہ 337 تا 352)

علامہ زمخشری بلاشبہ ایک زبردست عالم اور دیدہ ور انسان تھے، اور انہوں نے اپنی تفسیر میں کئی مقامات پر اچھی تفسیر بھی لکھی ہے، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ جمہور اہل سنت کے عقائد کے برعکس معتزلی عقائد کی خوب ترجمانی بھی کی ہے، جن میں رویت باری تعالیٰ سے انکار اور گناہ کبیرہ کے مرتکب مسلمانوں کا ہمیشہ جہنم میں رہنے کو ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے، لیکن محقق علما نے اس طرح کے بہت سارے باطل عقائد و نظریات کا سختی سے رد کیا ہے، خاص کر اس تفسیر الکشاف کے قابل اعتراض مقامات پر امام ابن المنیر کے حواشی قابل مطالعہ ہیں۔ نیز امام ذہبی علامہ زمخشری کی تفسیر الکشاف کے بارے میں لکھتے ہیں۔ مَحمودُ بنُ عُمَرَ الزَّمَخْشَرِيُّ الْمُفَسرُ النَّحْوِيُّ صَالِحٌ، لٰكِنَّه دَاعِية إِلَى الِاعْتِزَالِ أَجَارَنَا الله، فَكُنْ حَذِرًا مِنْ كَشَّافه. (میزان الاعتدال:ج5،ص277)

محمود بن عمر زمخشری جو مفسر، نحوی، صالح ہیں، لیکن ان کی تفسیر اعتزال کی طرف دعوت دیتی ہے، اللہ ہمیں اس (معتزلی تفسیر) سے بچائے، لہذا ان کی تفسیر کشاف سے بچو۔ اگر حوالہ بھی دینا ہے تو پوری تحقیق کے ساتھ اور واقعات پر غور و فکر کر کے دیں۔ علامہ زمخشری کی وفات شبِ دوشنبہ 8 ذوالحجہ 538ھ مطابق 12 جون 1144ء کو ہوئی۔

آخر میں!.... علامہ زمخشری کے عقائد کے بارے میں جانے بغیر ان کی تفسیر "الکشاف" کا مطالعہ کرنا مناسب نہ ہوگا، کیونکہ اس تفسیر میں جمہور اہل سنت سے شدید اختلاف رائے کرتے ہوئے معتزلی عقائد و نظریات کے دفاع میں کافی کچھ لکھا گیا ہے، اور کئی مقامات پر نصوص شرعی کی بھی تحریفانہ تعبیر و تفسیر کا سہارا لیا گیا ہے۔ اس لئے ان کی اس طرح کی باتوں کے بارے میں جب تک پہلے سے جانکاری حاصل نہ ہو، تب تک ان کی تفسیر کا مطالعہ کرنا کسی طرح بھی مفید مطلب نہ ہوگا۔ بلکہ الٹا نقصان پہنچنے کا خطرہ لاحق ہوگا۔

کتب تفاسیر میں ایک معروف تفسیر علامہ زمخشری کی "تفسیر الکشاف" بھی ہے۔ جس سے ہمارے محترم علمائے کرام علامہ زمخشری کے نظریات اور عقائد کو جانے بغیر ہی اس کا حوالہ اپنے خطاب اور مضامین میں دیتے رہتے ہیں۔ کاش تفسیر الکشاف حوالہ دینے سے قبل مصنف کے حال و احوال کا بھی مطالعہ کر لیتے۔ تفسیر الکشاف چار جلدوں پر مشتمل عربی زبان میں ہے۔

علامہ زمخشری کی اہم تصانیف: تفسیر کشاف، فائق اللغہ فی تفسیر الحدیث، اساس البلاغہ فی اللغہ، ربیع الابرار، متشابہ اسامی الرواۃ، نصائح الکبار، نصائح الصغار، الرائض فی علم الفرائض، المفصل فی النحو، انموذج، مفرو، شرح ابیات سیبوبہ، شقائق النعمان، مقامات زمخشری، مستقصی فی الامثال، اطواق الذہب، شرح مشکلات المفصل، الکلم التواضع القسطاس فی العروض، الاحاجی النحویہ، المنہاج فی الاصول، رسالہ ناصحیہ، مقدمۃ الادب، روس المسائل فی الفقہ، نصوص الاخبار، صمیم العربیہ، دیوان التمثیل، امال، معجم الحدود و المیاہ والا ماکن و الجبال، ضالۃ الناشد۔ ☼○☼

1857ء کی جنگ آزادی کا ایک مجاہد
مبلغ اسلام مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمہ

سید منور علی شاہ بخاری قادری رضوی غور غشتوی

مولانا رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن محلہ دربار کلاں کیرانہ ضلع مظفر نگر (یوپی) میں جمادی الاولی 1233ھ/1818ء میں پیدا ہوئے، آپ کا سلسلہ نسب اکتیس واسطوں سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے، اس خاندان کے ایک بزرگ گاذرون سے ہجرت کر کے پانی پت (کرنال۔ ہندوستان) آکر سکونت پزیر ہوگئے تھے، جن کی اولاد میں خواجہ مخدوم جلال الدین کبیر الاولیاء (پ:635ھ-ف:752ھ) ایک نامور بزرگ گزرے ہیں، مولانا رحمت اللہ کیرانوی انہی بزرگ کی چودھویں پشت میں آتے ہیں۔ بارہ برس کی عمر میں قرآن کریم اور فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، پھر تحصیل علم کے شوق میں دہلی چلے آئے اور مولانا محمد حیات (خلیفہ حضرت شاہ سلیمان تونسوی) کے مدرسے میں داخل ہوگئے، یہ مدرسہ شاہ سید صابر علی معروف بہ "صابر بخش" کی خانقاہ میں قائم تھا، اس کے علاوہ آپ نے مفتی سعد اللہ مراد آبادی، مولانا عبد الرحمٰن چشتی، مولانا احمد علی مظفر نگری، مولانا امام بخش صہبائی سے درس نظامی کی تکمیل کی اور شاہ الغنی وغیرہ سے دورہ حدیث پڑھا، طب کی تعلیم حکیم فیض محمد سے حاصل کی۔

تحصیل علم سے فراغت کے بعدہ 1256ھ میں شادی ہوئی، دہلی میں کچھ عرصہ ملازمت کی، اس دوران والد ماجد کا انتقال ہوگیا تو آپ وطن واپس آکر درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ آپ کے بعض اہم شاگردوں مولانا عبدالسمیع بیدلؔ رامپوری، مصنف انوار ساطعہ (متوفیٰ: 1318ھ/1900ء) مولانا شاہ ابو الخیر دہلوی (متوفیٰ: 1341ھ/ 1923ء) مولا عبدالوہاب دہلوی (بانی مدرسہ باقیات الصالحات، مدراس) اور مولانا نور احمد امرتسری (متوفیٰ 1348ھ/ 1930ء)، مولانا احمد دین چکوانی (متوفیٰ 1347ھ/1929ء)، مولا حافظ الدین دجانوی (متوفیٰ:1325ھ/1907ء) کے علاوہ متعدّد کیرانوی مشاہیر شامل ہیں۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے جس دور میں آنکھیں کھولیں، مسلمانوں کے لیے وہ بڑا رستاخیز دور تھا، نہ صرف برصغیر بلکہ پورا عالم اسلام نوآبادیات کے پنجوں میں جکڑا ہوا تھا۔ انگریزوں نے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے لیے ہندوستان کے طول و عرض میں مشن اسکول، مشن اسپتال اور مشن فنڈ قائم کیے، برطانیہ سے پادریوں کی ایک پوری کھیپ ہندوستان آئی اور اپنے مشن کا آغاز کردیا، مبلغ اسلام مولانا رحمت اللہ کیرانوی علیہ الرحمہ نے اس طرف توجہ دی اور "ازالۃ الأوھام" کے نام سے عیسائیت کے رد میں ایک کتاب تالیف کرنی شروع کی، اسی دوران آپ کو خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی، تاہم پادریوں کی یلغار ہندوستان کے قریہ قریہ تک پہنچ گئی، چنانچہ مولانا کیرانوی نے مولانا احمد بٹالوی، مولانا ولی اللہ لاہوری، مولانا فیض احمد بدایونی اور ڈاکٹر وزیر خان کو عیسائیت کی تردید کے لیے تیار کیا۔

جرمن نژاد پادری سی جی فنڈر تمام پادریوں کا سربراہ تھا، اس نے ہندوستان آکر مشنریز کی سرگرداں تیز کیں، اس نے آگرہ کو اپنا مستقر بنایا، اور وہیں اپنی کتاب میزان الحق کا اردو ترجمہ شائع کرایا، یہ کتاب نہ صرف انتہائی جارحانہ تھی، بلکہ اسلامی مقدسات کی تنقیص وتوہین سے پُر تھی۔

اس کتاب کا پہلا جواب مولانا آل حسن موہانی (متوفیٰ: 1872ء) نے "استفسار" کے عنوان سے دیا۔ مولانا آل حسن، مولانا حسرت موہانی کے پڑنانا تھے، ان دنوں فنڈر کی قیادت میں عیسائی مبلغین کی سرگرمیاں روز بروز بڑھتی گئیں۔ انھیں حکومت کا مکمل تعاون حاصل تھا۔ ممالک متحدہ آگرہ اور اودھ کا لیفٹیننٹ گورنر ولیم میور، پادری فنڈر کا ذاتی دوست تھا، میور کی کتاب "لائف آف محمد" پر فنڈر کی کتابوں بالخصوص "میزان الحق" کے گہرے اثرات ملتے ہیں۔ بلکہ بعض مصادر کی رو سے میور نے یہ کتاب فنڈر کے مشورے پر ہی لکھی تھی۔

اس صورت حال سے اسلامیان ہند میں شدید تشویش وبے

چینی تھی۔ مسلم قیادت بھی سخت اضطراب میں تھی، ان چیرہ دستیوں کا جواب دینے کے لیے ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو جرأت و شہامت سے بھی متصف ہو اور علم و لیاقت سے بھی، جو نہ صرف علوم اسلامیہ پر پوری قدرت رکھتا ہو بلکہ عیسائی مذہبی علوم سے بھی کما حقہ واقف ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے پادری فنڈر کو مناظرے کا چیلنج دیا۔ (سہ ماہی افکارِ رضا، ممبئی، شمارہ جنوری تا جون، 2002، ص:37 تا39)

اس چیلنج کے بعد مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا امیر اللہ کے ہمراہ پادری فنڈر کے مکان پر گئے تاکہ مناظرہ کا وقت طے کریں، مگر ملاقات نہ ہو سکی، پھر باہمی خط کتابت کے ذریعہ محلہ عبد المسیح آگرہ میں 11 رجب 1270ھ 10 اپریل 1852ء بروز پیر کو علی الصبح مناظرہ طے ہوا، اس مناظرے کے بنیادی موضوعات: (1) نسخ بائبل (2) تحریف بائبل (3) تثلیث اور الوہیت مسیح (4) اثبات نبوت محمدی تھے۔

مسلمانوں کی طرف سے مناظر اول مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مناظر دوم ڈاکٹر وزیر خان اور مولانا فیض احمد بدایونی مقرر ہوئے، عیسائیوں کی طرف سے مناظر اول پادری فنڈر اور فرنچ تھے، اس مناظرہ کے پہلے اجلاس میں جو لوگ شریک تھے ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

مفتی ریاض الدین، مفتی خادم علی، مفتی سراج الحق، مولانا حضور سہسوانی، مولانا امیر اللہ مختار راجہ بنارس، مولانا قمر الاسلام خطیب مسجد آگرہ، مولانا سراج الاسلام، مولانا کریم اللہ بھچرایونی، حکیم قاضی فرخند علی گوپاموی، ماسٹر اسمتھ حاکم صدر دیوانی، مسٹر کرسچن سکنڈ صوبہ بورڈ، مسٹر ولیم میور مجسٹریٹ علاقہ فوج، مسٹر لیڈلی ترجمان حکومت، پادری ولیم گلنن، پنڈت جگن کشور، راجہ بلوان سنگھ بنارس اور اس کے علاوہ ہر گروہ کے ممتاز لوگ شامل تھے، اس مناظرہ میں یہ شرط بڑی خصوصیت کی حامل تھی کہ اگر پادری فنڈر شکست کھا گیا تو وہ اسلام قبول کرلے گا۔ اور اگر مولانا کیرانوی ہار گئے تو وہ عیسائیت قبول کرلیں گے، اس لیے عوام و خواص کو اس مناظرے سے بے حد دلچسپی ہو گئی تھی، سب سے پہلے پادری فنڈر کھڑا ہوا اور کہا:

”یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ مناظرہ کیوں کر منعقد ہوا، یہ مولانا رحمت اللہ کی سعی و کوشش اور خواہش کا نتیجہ ہے، اس سے فائدہ کی کوئی صورت میرے نزدیک نظر نہیں آتی، میری تمنا یہ ہے کہ دین عیسوی کی حقیقت مسلمانوں کے سامنے رکھوں، مباحثہ کا عنوان نسخ و تحریف والوہیت، حیات مسیح، تثلیث اور رسالت محمد ﷺ طے ہوئے ہیں۔“

اس کے بعد مولانا کیرانوی کھڑے ہوئے اور انجیل کی تعریف پر بڑی فاضلانہ بحث کی اور عیسائیوں کی کتابوں سے نسخ و تحریف ثابت کیا، چنانچہ پادری فنڈر نے ساتھ آٹھ جگہ تحریف کا اقرار کیا، مولانا قمر الاسلام اور مفتی خادم علی نے کہا: لکھنو کے پادری فنڈر سات آٹھ جگہ تحریف کا اقرار کر رہے ہیں، اس گفتگو پر مناظرہ دوسرے دن کے لیے ملتوی ہو گیا۔

دوسرے روز 12 رجب 1270ھ/11 اپریل 1854ء بروز منگل صبح کو دوبارہ مناظرہ شروع ہوا، جس میں مندرجہ ذیل افراد شریک تھے:

مفتی ریاض الدین، مفتی اسد اللہ صدر الصدور، مولانا فیض احمد، مولانا حضور احمد، مولانا امیر اللہ، مولانا قمر الاسلام، مولانا امجد علی وکیل، مولانا سراج الحق، منشی خادم علی، مولانا امیر علی شاہ، مولانا قمر الدین، مولانا مظفر علی شاہ جعفری، سید صفدر علی شاہ شکوہ آبادی، مولانا امیر اللہ کیل، مولانا معین الدین، سید باقر علی شاہ، مولانا کریم اللہ خاں بھچرایونی، سید حافظ حسین شاہ، حافظ خدا بخش، ڈاکٹر الہام اللہ گوپاموی، مفتی افہام اللہ ساحرؔ، قاضی باقر علی ہمدانی، مولانا سید مدد علی شاہ تپش، مرزا زین العابدین، سید فضل حسین، ڈاکٹر وزیر الدین فرخ آبادی، غلام محمد خاں، خلیفہ گلزار علی اسیرؔ، غلام قطب الدین خان باطنؔ، مولانا سراج الاسلام اور دوسرے بے شمار مسلمان سکالرز موجود تھے۔

پہلے دن کے مناظرہ کی شہرت عام ہو چکی تھی، اس لیے دوسرے دن حاضرین کی تعداد زیادہ تھی، اس اجلاس میں انجیل میں تحریف کی بقیہ بحث جاری رہی، شکست خوردہ پر برافروختگی امر ہے۔ اس لیے پادری فرنچ بار بار ترش روی کا مظاہرہ کرتے، چنانچہ یہ اجلاس بھی اختتام بحث کے بغیر ہی ختم ہو گیا۔

تیسرے روز پادری فنڈر میدان مناظرہ میں نہ آیا اور اپنی اس خفت کو مٹانے کے لیے مولانا کیرانوی کو خط لکھا کہ آپ نے دوبارہ مناظرہ میں جو عبارات پیش کی تھیں، میں نے ان پر اعتماد کر لیا تھا، لیکن بعد میں جب اصل عبارات کو دیکھا تو مطلب کچھ اور نکلا، اس لیے میں وہ تمام عبارات بھیج رہا ہوں، حضرت مولانا کیرانوی نے پادری فنڈر کے تمام سوالوں کا جواب دیا اور یہ خط و کتابت کافی دنوں تک جاری رہی۔

اس شکست وریخت کے ایک عرصہ بعد پادری فنڈر نے ڈاکٹر وزیر خاں سے دوبارہ چھیڑ چھاڑ شروع کی تو ڈاکٹر صاحب نے اسے لکھا:

"پہلے آپ مولانا رحمت اللہ صاحب کی باتوں کا جواب دیجیے اس کے بعد مباحثہ و محرف مان کی تثلیث کے درمیان میں قدم رکھیں، جب یہ مسئلہ طے ہو جائے گا تو حضرت خاتم المرسلین کی نبوت کے عنوان پر گفتگو کی جائے گی۔" (تجلیات مہر انور، از شاہ حسین گردیزی، مطبوعہ مکتبہ مہریہ، گولڑہ، اسلام آباد، ص:310 تا 314)

جنگ آزادی میں مولانا کیرانوی کا کردار:

مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی مذہبی حمیت نے انگریزوں کی اس بے دینی کو برداشت نہیں کیا، اور اسلام کی مدافعت کے لیے میدان میں نکل آئے، لیکن آج کے دیوبندی مکتب فکر کا اصرار ہے کہ جہادِ حریت اور دافعیت اسلام کے سلسلہ میں خدمات انجام دینے والا طبقہ تھانہ بھون، نانوتہ، گنگوہ اور ڈابھیل سے نکلا اور ان صوفیاے کرام نے مجالس، میلاد، فاتحہ خوانی اور عرس منعقد کرنے کے سوا کچھ نہ کیا، حالاں کہ دنیا جانتی ہے کہ صوفیاے کرام کا یہی طبقہ تھا جس نے نہ صرف دین کی حمایت کے لیے مرہٹوں، سکھوں، جاٹوں، ہندوؤں اور عیسائیوں سے علمی اور عملی جہاد کیا، اور انھوں نے اپنی زبان و قلم علم اور عمل سے اسلام کے دشمنوں کو ہر محاذ پر شکست دی، اور ان ہی کی مخلصانہ کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج اسلام باقی ہے اور مسلمانوں کے دل اللہ اور رسول کی محبت سے سرشار ہیں، نام نہاد جہادی مکتب فکر کا کہنا ہے کہ جہاد حریت کے لیے علماے دیوبندی بھی مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی طرح سرگرم عمل تھے، حالانکہ اس سلسلہ میں دیوبندی علما کا مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے کوئی تعلق نہیں، یہ لوگ تو مجاہدین کو باغی کہتے تھے، دیوبندی مولوی محمد تقی عثمانی (کراچی) نے مولانا کیرانوی علیہ الرحمہ کی کتاب "اظہار الحق" کے اردو ترجمہ "بائبل سے قرآن تک" کے مقدمہ میں دھاندلی سے کام لیتے ہوئے، ص:197 پر دیوبندی علما کو جنگ آزادی 1857ء کا مجاہد ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے جو کہ حقائق کے برعکس ہے، دیوبندی علما کا جہاد جنگ آزادی 1857ء میں کردار ان کی اپنی تقریروں میں ملاحظہ فرمائیں۔

علماے دیوبند اور جہاد جنگ آزادی:

اس سلسلے میں مولوی گنگوہی کے سوانح نگار عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں:

"جب "بغاوت" و "فساد" کا قصہ شروع ہوا اور "رحم دل" گورنمنٹ نے دوبارہ غلبہ پاکر باغیوں کی سرکوبی شروع کی تو جن بزدل مفسدوں کو سواے اس کے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہ تھا کہ جھوٹی تہمتوں اور مخبری کے پیشہ سے سرکاری خیر خواہ اپنے کو ظاہر کریں، انھوں نے اپنا رنگ جمایا اور ان گوشہ نشین حضرات پر بھی بغاوت کا الزام لگایا اور یہ مخبری کی کہ تھانہ بھون کے فساد میں اصل الاصول یہی لوگ تھے، اور شاملی کی تحصیل پر حملہ کرنے والا یہی گروہ تھا بستی کی دکانوں کے چھپر انھوں نے تحصیل کے دروازہ پر جمع کیے اور اس میں آگ لگا دی... سرکاری خزانہ لوٹا حالاں کہ یہ کمبل پوش فاقہ کش حضرات فسادوں سے کوسوں دور تھے۔" (تذکرۃ الرشید مطبوعہ ساڈھورہ، ص:76)

مولوی رشید احمد گنگوہی سے سوال ہوا کہ تم نے مفرور مجاہدین جنگ آزادی کا ساتھ دیا اور فساد کیا؟ مولوی رشید احمد گنگوہی نے جواب دیا:

"ہمارا کام فساد نہیں نہ ہم مفسدوں کے ساتھی ہیں"۔

سوال ہوا کہ تم نے سرکار کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھائے؟ مولوی رشید احمد گنگوی نے اپنی تسبیح کی طرف اشارہ کرکے فرمایا: ہمارا ہتھیار تو یہ ہے۔(تذکرۃ الرشید، ص:85)

سوانح نگار عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں کہ مولوی رشید احمد گنگوی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ: "میں جب حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار (انگریز) مالک ہے اسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔"
(تذکرۃ الرشید، ص:80)

عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں:

"ہر چند کہ یہ حضرات حقیقتاً بے گناہ تھے، مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے ان کو باغی و مفسد اور مجرم سرکاری خطا وار ٹھیرا رکھا تھا اس لیے گرفتاری کی تلاش تھی مگر حق تعالیٰ کی حفاظت اس لیے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تے تا زیست خیر خواہ ہی ثابت رہے۔" (تذکرۃ الرشید، ص:79)

مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور جہاد جنگ آزادی:

مشہور دیوبندی مورخ پروفیسر محمد ایوب قادری (متوفی 1983ء۔ کراچی) لکھتے ہیں:

”ضلع مظفر نگر (یوپی) کے دوسرے محاذ کیرانہ پر امیر جہاد مولوی رحمت اللہ کیرانوی تھے، جو مذہب عیسوی کے رد میں شہرتِ عظیم رکھتے تھے اور مناظر کامل تھے، کیرانہ میں مولوی رحمت اللہ نے یہ (جہاد کا) فرض پورا کیا، مولانا رحمت اللہ نے انگریزی فوج کا مقابلہ کیا، چونکہ کیرانہ اور اس کے نواح میں مسلم گوجروں کی آبادی ہے لہذا مولوی رحمت اللہ کیرانوی کے ساتھ گوجروں کی قیادت چودھری علیم الدین کر رہے تھے، اس زمانے میں نماز عصر کے بعد مجاہدین کی تنظیم و ترتیب کے لیے کیرانہ کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر نقارہ کی آواز پر لوگوں کو جمع کیا جاتا اور اعلان کیا جاتا ”ملک خدا کا حکم مولوی رحمت اللہ کا“۔ اس کے بعد جو کچھ کہنا ہوتا تھا وہ عوام کو سنایا جاتا، کیرانہ کے محاذ پر بظاہر شکست کا امکان نہ تھا مگر بعض ابنائے وطن کی زمانہ سازی اور مخبروں کی سازش نے حالات کا رخ بدل دیا، کیرانہ میں گورا فوج اور توپ خانہ داخل ہوا، محلہ دربار کے دروازے کے سامنے توپ خان نصب کیا گیا اور گورا فوج نے محلہ دربار کا محاصرہ کر لیا ہر گھر کی تلاشی لی گئی، عورتوں، بچوں اور ہر شخص کو فرداً فرداً دربار سے باہر نکالا گیا، اس لیے کہ مخبر نے اطلاع دی تھی کہ مولانا دربار میں روپوش ہیں۔

کیرانہ کے قریب ”پنجیٹھ“ مسلمان گوجروں کا ایک گاؤں ہے جہاں مولانا رحمت اللہ اپنی باقی ماندہ فوج کے ساتھ پہنچے، خود گوٹھ کا رخ کیا، کیرانہ اور قرب و جوار کے تمام حالات کی اطلاع مولانا کو ملتی رہتی تھی، پنجیٹھ کے مکھیا (گاؤں کا چودھری یا نمبردار) کو جب فوج کا آنا معلوم ہوا تو اس نے جماعت کو منتشر کر دیا اور مولانا رحمت اللہ سے کہا کہ کھرپالے کر کھیت میں گھاس کاٹنے چلے جائیں، فوج اسی کھیت کی پگڈنڈی سے گزری، مولانا رحمت اللہ فرمایا کرتے تھے، میں گھاس کاٹ رہا تھا اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے جو کنکریاں اڑتی تھیں وہ میرے جسم پر لگتی تھی اور میں ان کو اپنے پاس سے گزرتا ہوا دیکھ رہا تھا۔“

گورا فوج نے گاؤں کا محاصرہ کیا، مکھیا کو گرفتار کر لیا گیا، پورے گاؤں کی تلاشی لی گئی، مگر مولانا کا پتا نہ چلا، مجبوراً یہ فوجی دستہ کیرانہ واپس ہوا، حالات پر قابو پا لیا گیا، مولانا رحمت اللہ کے خلاف مقدمہ قائم ہوا، وارنٹ جاری ہوا، آپ کو مفرور و باغی قرار دے کر گرفتاری کے لیے ایک ہزار روپیہ کا انعام کا اعلان ہوا، مولانا اپنا نام مصلح الدین بدل کر دہلی پیدل روانہ ہوئے، یہ بڑی سخت آزمائش کا وقت تھا، ایمانی عزم و ہمت اور صبر و استقلال کے ساتھ جے پور اور جودھ پور کے مہیب ریگستانی جنگلوں اور خطرناک راستوں کو پاپیادہ طے کرتے ہوئے سورت پہنچے اور وہاں سے مکہ روانہ ہو گئے۔

مولانا رحمت اللہ کے حجاز چلے جانے کے بعد ان کے خاندان کی جائداد ضبط ہو کر نیلام ہوئی، مولانا کی جائداد کیرانہ کے علاوہ پانی پت میں بھی تھی، پانی پت کی جائداد ایک مخبر شخص کمال الدین کی مخبری پر نیلام ہوئی، جائداد کے نیلام کا فیصلہ ڈپٹی کمشنر کرنال نے 30 جنوری 1862ء کو کیا“۔

(جنگ آزادی 1857، مطبوعہ کراچی 1976ء کے ص: 185 تا 186)

مکہ مکرمہ پہنچ کر آپ کی ملاقات شیخ العلما علامہ سید احمد بن زینی دحلان مکی مفتی شافعیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی 1304/1886ء) سے ہوئی، تعارف کے بعد انھوں نے گھر پر دعوت کی اور بڑی محبت سے پیش آئے، اس دوران قسطنطنیہ (استنبول۔ ترکی) سے سلطان عبدالعزیز نے امیر مکہ شریف عبد اللہ پاشا کو حکم بھیجا کہ اس سال ہندوستان سے جو علمائے کرام حج کے لیے آئیں، ان سے آگرہ میں پادری فنڈر اور مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے مناظرہ کی تفصیلات معلوم کر کے روانہ کریں، امیر مکہ نے اس بات کا ذکر مفتی مکہ شیخ احمد دحلان سے کیا، مفتی مکہ نے کہا کہ مولانا کیرانوی بذات خود یہاں موجود ہیں، میں آپ سے ان کی ملاقات کرائے دیتا ہوں، چنانچہ آپ کی ملاقات امیر مکہ سے ہوئی، امیر مکہ نے تمام صورت حال سے سلطان عبدالعزیز کو آگاہ کیا، چنانچہ آپ 1280ھ/1864ء میں شاہی مہمان کی حیثیت سے قسطنطنیہ پہنچے، مولانا کیرانوی کے دارالحکومت میں طلبہ کی وجہ یہ تھی کہ پادری فنڈر ہندوستان سے ناکام ہو کر واپس لندن گیا تو مشنری سوسائٹی لندن نے اسے ترکی میں دین عیسوی کی تبلیغ کے لیے بھیجا، پادری فنڈر نے وہاں کے مسلمانوں کو یہ تاثر دیا کہ ہندوستان میں عیسائیت کو فتح اور اسلام کو شکست ہو چکی ہے، وہاں کے علمائے اسلام لاجواب ہو چکے ہیں اور ہندوستانی مسلمان دھڑا دھڑ عیسائیت قبول کر رہے ہیں، اس لیے سلطان حقیقت حال سے آگاہی کے لیے بے چین تھے، قسطنطنیہ میں مولانا کیرانوی کی آمد کی اطلاع پہنچی تو پادری فنڈر ترکی سے فرار ہو گیا، بعد میں سلطان نے اہل علم کی ایک مجلس منعقد کرائی، جس میں مولانا کیرانوی نے مناظرہ آگرہ کی تفصیلات بیان کیں، سلطان نے آپ کی بہت قدر و منزلت کی اور آپ کو خلعت فاخرہ کے ساتھ تمغۂ مجیدی دوم عطا کیا، شیخ الاسلام شیخ احمد اسعد مدنی کی تجویز پر

"پایۂ حرمین" کا خطاب دیا اور گراں قدر وظیفہ ماہانہ سے سرفراز فرمایا، سلطان عبدالعزیز نے آپ سے فرمائش کی کہ اس موضوع پر ایک جامع کتاب تحریر کریں، چنانچہ آپ نے اس موضوع پر معرکہ آرا کتاب "اظہار الحق" لکھی جو رہتی دنیا تک آپ کی یاد تازہ رکھے گی، اور آج بھی اس موضوع پر اس سے جامع کتاب پیش نہیں کی جاسکی، ریاض یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر محمد احمد ملکاوی نے اس کتاب پر تحقیق و تخریج کا کام کیا، جسے سعودی حکومت کے قائم کردہ دار الافتا ریاض نے 1989ء میں چار جلدوں میں طبع کرا کے مفت تقسیم کیا، پھر ڈاکٹر ملکاوی نے ہی اس کا عربی زبان میں خلاصہ "مختصر کتاب اظہار الحق" کے نام سے تیار کیا، جسے 1416ھ میں سعودی وزارت اوقاف نے ایک جلد میں طبع کرا کے تقسیم کیا۔ قیام قسطنطنیہ کے زمانے میں بعض اہل علم کے سوالات کے جواب میں "تنبیہات" کے نام سے ایک رسالہ لکھا، آپ کی بعض کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

ازالة الأوهام، ازالة الشكوك، اعجاز عيسوى، احسن الأحاديث في ابطال التثليث، بروق لامعه، البحث الشريف في اثبات النسخ و التحريف، تقليب المطاعن، معيار الحق.

مولانا کیرانوی علیہ الرحمہ نے سرزمین حجاز میں ایسے کارنامے سرانجام دیے جو نہ صرف عرب کے لیے بلکہ عالم اسلام کے لیے بھی سود مند ثابت ہوئے، آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مکہ مکرمہ میں ایک ایسی درس گاہ ہونی چاہیے جو عالم اسلام کو اپنے علمی فیضان سے سیراب کرے، چنانچہ آپ نے اپنے دوستوں اور خصوصاً حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے مشورہ کے بعد نواب فیض احمد خاں رئیس علی گڑھ مقیم مکہ مکرمہ کی رہائش گاہ کے ایک حصے میں مدرسہ قائم کر دیا، چند سال بعد 1189ھ/1872ء میں کلکتہ کی ایک صاحب حیثیت خاتون صولت النساء بیگم حج و زیارت کے لیے آئیں تو ان کی مالی معاونت مدرسہ صولتیہ قائم ہوا، جو مسجد الحرام کے حلقات دروس کے بعد اس صدی کی نصف اول کے مکہ مکرمہ کی دوسری بڑی درس گاہ ثابت ہوئی، مملکتِ ہاشمیہ حجاز کے پہلے بادشاہ سید حسین بن علی ہاشمی (متوفی 1350ھ/1931ء) نے اسی مدرسہ میں تعلیم پائی، نیز اس کے فارغ التحصیل علمائے کرام مختلف اہم مناصب مفتی احناف، مفتی مالکہ، مفتی شافعیہ، شیخ العلما، شیخ الخطبا والائمہ، مدرس حرم، امام حرم، خطیب حرم، شیخ القرا، جسٹس، چیف جسٹس، وزیر اعظم، رئیس مجلس شوریٰ، شرعی عدالت کے جج اور بیت اللہ کے کنجی بردار وغیرہ پر فائز رہے۔

جسٹس، چیف، وزیر اعظم، رئیس مجلس شورای شری عدالت سے اور بیت اللہ کے کردار وغیر پر فائز رہے۔

موجودہ دور میں سعودی حکومت کے اکابر علما میں سے ایک اہم قلم کار، ندوة العالیہ للشاب الاسلام، ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ (Wamy) کے سکریٹری جنرل ڈاکٹر مانع بن حماد الجہنی (متوفی: 1423ھ/2002ء) رقم طراز ہیں:

"موجودہ صدی کے آغاز میں دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ایک عالم نے مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ قائم کیا جس نے دینی علوم کے فروغ میں شاندار خدمات انجام دیں۔"

(الموسوعة الميسرة في الأديان والمذاهب والاحزاب المعاصره طبع سوم 1418ھ، دارالندوة العالية للطباعة والنشر والتوزيخ الرياض، ج 1، ص 311)

ڈاکٹر موصوف نے اپنی اس تصنیف میں متعدد مقامات پر بہت سی باتیں بے بنیاد لکھ دی ہیں، مذکورہ بالا عبارت ان میں سے ایک ہے، جب کہ اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ مدرسہ صولتیہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے قائم کیا تھا، جس کا دارالعلوم دیوبند سے کسی بھی نوعیت کا کوئی تعلق نہیں تھا، اور یہ مدرسہ موجودہ صدی کے آغاز کے بجائے گزشتہ صدی کے آخر میں قائم ہوا۔ 1270ھ/1854ء میں مولانا کیرانوی اور پادری فنڈر کے درمیان آگرہ (ہندوستان) میں مناظرہ ہوا، جس کی روئداد عربی، اردو وغیرہ زبانوں میں شائع ہو چکی ہے، اس مناظرہ میں عیسائی مناظر کو شکست فاش ہوئی، اس مناظرہ کی وجہ سے انگریز حکمران مولانا کیرانوی پر برہم تھے، اس پر مزید یہ کہ 1273ھ/1857ء کی جنگ آزادی میں مولانا نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا، جس پر انگریزوں نے آپ کی جائیداد ضبط کر کے آپ پر فوج داری مقدمہ چلانے کا حکم دے کر مولانا کی گرفتاری پر انعام مقرر کر دیا، چنانچہ آپ ہندوستان سے ہجرت کر کے یمن کے راستے 1274ھ/1858ء میں مکہ مکرمہ پہنچ گئے، انگریزی حکمرانوں نے ہندوستان میں مولانا کیرانوی کی تمام جائیداد و املاک 30 جنوری 1864 کو نیلام کر دی۔ (امام احمد رضا محدث بریلوی اور علمائے مکہ مکرمہ، مطبوعہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی 1427ھ/2006ء، ص:28، بحوالہ اعلام الحجاز، ج:2، ص:293)

(جاری)

ذکرِ خیر

سید محمد اکمل اجملی

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

ڈاکٹر سید منہاج الدین اجملی

عالم، ادیب، شاعر، محقق، تنقید نگار خطیب اور سلسلہ جنیدیہ قادریہ، حسنیہ قادریہ کے مشہور مرشد شمالی ہند کی مشہور خانقاہ اور برصغیر کے عظیم مرکز تصوف وعلم دائرہ شاہ اجمل کے وآستانۂ جنیدیہ غازی پور درگاہ حضرت سید شاہ ولی قادری سکندر پور بلیا جیسی اہم خانقاہوں کے سابق سجادہ نشین اور ہمارے بہت پیارے سے ماموں جان حضرت سید محمد اکمل اجلی کی ولادت دائرہ شاہ اجمل میں 11 ربیع الثانی 1359ھ/ 18 مئی 1940ء میں حضرت مولانا شاہ سید احمد اجملی سجادہ نشین دائرہ شاہ اجمل کے خانہ مبارک موسوم بہ محل میں ہوئی۔

آپ کی والدہ امۃ الحبیب سہروردیہ بانو بیگم نیرہ بی بی دائرہ شاہ اجمل کے سابق سجادہ نشین حضرت سید شاہ محمد بشیر الہ آبادی کی پوتی (آپ کے شہید بیٹے سید محمد اجمل کی بیٹی) تھیں۔ سید محمد اکمل اجملی کی پرورش و پرداخت اور تربیت دائرہ شاہ اجمل کے خالص علم پرور اور انسان دوست ماحول میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم خانقاہ میں ہی ہوئی اس کے بعد آپ نے یادگار حسینی انٹر کالج سے دسویں اور مجیدیہ اسلامیہ انٹر کالج سے انٹرمیڈیٹ کی تعلیم حاصل کی، دوران تعلیم مجیدیہ اسلامیہ کالج کے طلبا کی نمائندگی مختلف تقریری اور تحریری مقابلوں میں فرمائی اس حوالے سے بطور خاص گورکھپور کے میاں صاحب جارج اسلامیہ کالج میں سیرۃ النبی ﷺ سے متعلق تقریری مقابلے میں کامیابی اور سیرۃ النبی شیلڈ کی حصولیابی کا ذکر خود حضرت بہت لطف کے ساتھ فرماتے۔

پھر آپ نے الہ آباد یونیورسٹی سے بی اے اور ایم اے فارسی سے امتیاز کے ساتھ پاس کیا ایم اے میں اول آنے پر (چنتامنی گھوش) طلائی تمغہ حاصل کیا پی ایچ ڈی میں داخلہ لیا جس میں یو.جی سی اسکالرشپ حاصل کیا. پی ایچ ڈی میں سید محمد اکمل اجملی کا موضوع "الہ آباد کے علما کی فارسی ادب میں خدمات" تھا۔ کچھ اسباب کی بنا پر مقالہ مکمل نہ ہو پایا۔ آپ کا رتبۂ علم وہ کہ الہ آباد کی ادبی تہذیبی اور تصوف سے متعلق تاریخ کے بارے میں حوالے کی حیثیت رکھتے۔ متعدد اسکالرس نے آپ کے تعاون سے صوفیاے الہ آباد اور علما و ادبا کے بارے میں تحقیقی مقالات اور مضامین لکھ کر پی ایچ ڈی کی ڈگری اور دوسرے اعزازات حاصل کیے۔ اس طرح کے اسکالرس میں پروفیسر اختر مہدی (تحقیقی مقالہ شاہ اجمل الہ آبادی و ادب فارسی مطبوعہ ایران)۔ ڈاکٹر اسلم الہ آبادی (تحقیقی مقالہ الہ آباد کے صوفیا کی ادبی خدمات مطبوعہ الہ آباد) اور 'ڈاکٹر اشوک کمار چٹرجی کا دائرہ شاہ اجمل سے متعلق تحقیقی مقالہ دائرہ شاہ اجمل کے عنوان سے بہ زبان ہندی سر دست یاد آ گئے۔

سید اکمل اجملی کی تحریریں برصغیر کے اکثر علمی و ادبی رسائل و جرائد میں بیسویں صدی کی ساتویں دہائی سے آپ کے انتقال تک مسلسل شائع ہوتی رہی جن میں نظم و نثر اور تحقیق و تنقید سبھی شامل ہیں آپ کے قابل ذکر نثری کارناموں میں تزکرہ "سراج منیر" غیر مطبوعہ تذکرہ سجادہ نشینان دائرہ شاہ اجمل "نقش دوام" اور "قطب الاولیا" مطبوعہ موجود ہیں آپ دائرہ شاہ اجمل کے علمی وارث کی حیثیت سے تشنگان علم و ادب کی سیرابی کے لیے اپنے والد کی حیات ظاہری سے ہی مستعد تھے۔

آپ کے دوسرے علمی مشاغل کے ساتھ ساتھ سب سے فقید المثال کارنامہ سیرت پاک سے متعلق 571 بندوں پر مشتمل مسدس بعنوان محمد ﷺ ہے۔ اس طویل نظم میں 571 سن ولادت پیغمبر اعظم کی مناسبت سے مسدس کے 571 بند آپ کی قادر الکلامی اور زود گوئی کی بین مثال ہیں۔ چند بند پیش خدمت ہیں۔

شاخ سدرہ کا قلم لوں تو سراپا لکھوں
آب تسنیم جو پاجائوں تو چہرہ، لکھوں
رمز قرآن جو سمجھوں تو وہ جلوہ لکھوں
فکر ہو عرش نشیں تب یہ قصیدہ لکھوں
سر اقدس کہ سجا تاج نبوت جس پر

درگاہ شاہ ولی قادری سکندر پور بلیا، smajmaliskp@gmail.com

نرم گیسو تھے کچھ اتنے کہ پھسل جائے نظر
شاخیں پھوٹی ہوئی بالوں میں پروئے گوہر
حسن ایسا کہ نہ دیکھے کبھی چرخ اخضر
گردن ایسی تھی کہ چاندی کی صراحی بھی خجل
وہ فقیری کہ جسے دیکھ کے شاہی بھی خجل
وہ جبیں سورۂ والشمس کی تفسیر کہیں
ابرو ایسے کہ نہ تلوار نہ ہم تیر کہیں
چشم مازاغ بصر کی جسے تنویر کہیں
چہرہ ایسا کہ جسے بولتی تقدیر کہیں
راستی بینی کی آیات قرآنی کہیے
گوش کیوں کہتے ہیں قدرت کی نشانی کہیے

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصیدہ کا منظوم ترجمہ اس کے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

باد صبا تیرا گزر ہوئے اگر سوئے حرم
پہنچا سلام اس روضہ پر ہیں واں نبی محترم
روئے حسیں شمس الضحیٰ رخسار او بدر الدجیٰ
وہ ذات جو نور الہ کف دست ہیں بحر کرم
قرآں میں ہی برہان ہیں منسوخ سب ادیان ہیں
احکام جب اس کے ملے سارے صحیفے کالعدم

حضرت امام بوصیری کے معروف قصیدۂ بردہ شریف کا منظوم اردو ترجمہ فرمایا نمونہ کلام پیش خدمت ہے۔

بولو کیا یاد آ گئے ہمسائیگان ذی سلم
خون کے آنسو رواں آنکھوں سے ہیں جو دمبدم
یا ز سوئے کاظمہ باد صبا لائی پیام
یا ہوا شب میں مجلیٰ برق سے کوہ اضم
ہو رہے ہیں کیوں رواں آنکھوں سے یہ اشکوں کے تار
دل کو کیا تکلیف ، ہیں جو اس قدر رنج والم

فرزوق کے قصیدہ مداح حضرت امام زین العابدین منظوم ترجمہ۔

ہیں یہ بیٹے ان کے جو لاریب سردار امم
متقی پاکیزہ سیرت صاحب جاہ و حشم
ان کی مٹی کے ذرے ذرے ہیں پہچانتے
جانتے ہیں خوب ان کو کانہ حل و حرم

قصیدہ غوثیہ کا منظوم ترجمہ چند شعر ملاحظہ فرمائیں۔

جام وصل کو عشق نے جب پلا دیا
میں نے شراب سے کہا میری طرف کو لوٹ آ
نشہ کو میرے دیکھ کر کہہ اٹھے اہل میکدہ
ایسا لگا کہ جھومتا جام شراب آ گیا

بیسویں صدی کی ساتویں دہائی میں جدید شاعری کی حوالے سے سید اکمل اجملی الہ آباد کے جدید شعرا میں ممتاز مقام کے حامل رہے ہفت طبق ، کے نام سے غزلوں کا مجموعہ اور ”نقش ہائے رنگ رنگ “ کے عنوان سے نظموں کا مجموعہ منتظر اشاعت ہے۔

غزلوں کے چند اشعار حاضر خدمت ہیں۔

تو بتا تشنہ لبی تجھ سے میں اب کیا مانگوں
اتنا پیا سا ہوں کوئی آئے تو دریا مانگوں
تو بے حساب نہ ہو زمرۂ حساب میں آ
ملے کبھی تجھے فرصت تو میرے خواب میں آ
جلے چراغ منڈیروں پہ خستہ حالی کے
کرم کی بھیک نہ دے خانۂ خراب میں آ
بنٹ چکی تھی دھیرے دھیرے سینکڑوں لمحوں میں رات
ایک شخص ایسا بھی تھا گنتا رہا صدیوں میں رات
ساتھ میں جو لوگ تھے سب سو گئے میدان میں
گھر کا منظر ہے عجب کٹ جائے گی آنکھوں میں رات
آپ ہی کچھ کہیے اکمل اجملی کیسی کٹی
آپ کو تھی کاٹنی الفاظ کے خیموں میں رات

چھوٹے بھائی مولانا سید محمد افضل اجملی سجادہ نشین کے وصال کے بعد 1997 سے 2005 تک یعنی 8 سال آپ دائرہ شاہ اجمل الہ آباد آستانہ جنیدیہ غازی پور درگاہ حضرت سید شاہ ولی قادری سکندر پور کے سجادہ نشین رہے۔ 1426 ھ کی 19 ویں شعبان مطابق 24 ستمبر 2005 عیسوی کو دائرہ شاہ اجمل الہ آباد کا یہ نیر تاباں خاک پاک دائرہ شاہ اجمل میں غروب ہو گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون .

ذکرِ جمیل

ام المومنین
سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پہلی زوجہ ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے بعد جس خوش نصیب عورت کو سرکار کی زوجیت میں آنے کا شرف حاصل ہوا وہ ام المومنین سیدہ سودہ بنت زمعہ ہیں، آپ ایثار وقربانی اور اطاعت وفرماں برادری کے وصف میں تمام ازواج سے ممتاز نظر آتی ہیں - السابقون الاولال کے مبارک زمرے میں آپ کا بھی نام آتا ہے۔ ذیل کی سطور میں آپ کی حیات طیبہ کے مخصوص گوشے پیش خدمت ہیں۔

نام ونسب: اسم گرامی حضرت سودہ بنت زمعہ ہے ،کنیت ام الاسود ہے، نسب نامہ کچھ اس طرح ہے:

حضرت سودہ بنت زمعہ بن قیس بن عبد شمس بن عبدود بن نضر بن مالک بن حل بن عامر بن لؤی۔

والدہ محترمہ شموس تھیں، ان کا تعلق بنونجار سے تھا۔ ماں کی طرف سے حضرت سودہ کا سلسلۂ نسب یہ ہے:

سودہ بنت شموس بنت قیس بن زید بن عمرو بن لبید بن فراش بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔

قبول اسلام: ابتداے اسلام ہی میں سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول کر لیا تھا اور آپ کے شوہر حضرت سکران بھی قدیم الاسلام تھے۔

ہجرت حبشہ: ابتداے اسلام میں اسلام کی وجہ سے مسلمانوں کو کفار مکہ بہت زیادہ تکلیفیں دیا کرتے تھے، انھیں تشدد کا نشانہ بناتے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حالات دیکھ کر مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی پھر بہت سارے مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت سودہ بنت زمعہ نے بھی اپنی شوہر کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ اس کے بعد حضرت سودہ اپنے شوہر کے ساتھ مکہ واپس آئیں۔ حضرت سکران کی طبیعت خراب ہوئی اور کچھ دنوں کے بعد ان کا انتقال ہو گیا، حضرت سودہ کے بطن سے حضرت سکران کے ایک بیٹے پیدا ہوئے جن کا نام عبد الرحمٰن تھا۔ انھوں نے جنگ جلولا میں شہادت پائی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح: حضرت سکران کے مرض موت سے پہلے حضرت سودہ نے ایک خواب دیکھا کہ آپ اپنے بستر پر لیٹی ہوئی ہیں اور کیا دیکھتی ہیں کہ آسمان پھٹ گیا اور چاند آپ کے اوپر آگرا۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد حضرت سودہ اپنے شوہر کے پاس گئیں اور ان سے اس خواب کی تعبیر پوچھی۔ حضرت سکران نے فرمایا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ عن قریب میں مرجاؤں گا اور تم عرب کے چاند محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں آجاؤ گی۔

اس کے علاوہ مورخین نے حضرت سودہ کے خواب کا ایک اور واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سودہ نے دیکھا کہ حضور تشریف لائے اور حضرت سودہ کی گردن پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا حضرت سودہ نے اس خواب کی تعبیر بھی اپنے شوہر سے دریافت کی تو انھوں نے فرمایا کہ تم نے یہ خواب دیکھا ہے تو اس کی تعبیر یہی ہے کہ میں مرجاؤں گا اور رسول کریم صل اللہ کی لی علیہ وسلم تم سے نکاح کریں گے۔

حضرت سکران کے انتقال کے بعد حضرت سودہ بہت زیادہ غم گین ہو گئیں اور ان کی جدائی میں بہت رویا کرتیں، آپ کی سہیلیاں آپ کے پاس آکر آپ کو تسلی دیتیں اُدھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی حضرت سیدہ خدیجہ کے وصال کے بعد بہت غم گین اور پریشان تھے یہ حالت دیکھ کر حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور کے پاس گئیں اور عرض کیا کہ میری نظر میں ایک خاتون سودہ بنت زمعہ ہیں جن کے شوہر وفات پا چکے ہیں اگر حضور کی اجازت ہو تو میں ان سے رشتہ کی بات کروں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ رضامند ہے تو مجھے یہ رشتہ منظور ہے۔ سرکار سے اجازت پانے کے بعد حضرت خولہ حضرت سودہ کے پاس گئیں اور یہ بشارت آپ کو سنائی تو آپ کا چہرہ خوشی سے کھل گیا اور کہنے لگیں کہ میرا یہ نصیب مجھے اور کیا چاہیے۔ لیکن میرے والد سے بھی بات کر لو۔ حضرت خولہ زمعہ کے پاس گئیں اور وہ بھی رضامند ہو گئے۔ پھر سارے مراتب

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

طے ہو گئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمعہ کے گھر تشریف لے گئے، زمعہ نے نکاح پڑھایا، چار سو درہم مہر مقرر ہوا۔

نکاح کے بعد سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی عبداللہ بن زمعہ جو اس وقت کافر تھے انھوں نے یہ سن کر اپنے سر پر خاک ڈالی کہ کیا غضب ہو گیا میری بہن کا نکاح محمد عربی سے ہو گیا۔ لیکن جب آپ مشرف بہ اسلام ہوئے تو اپنی اس حرکت پر ہمیشہ افسوس کرتے۔

حضرت سودہ کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عقد مبارک رمضان یا شوال 10 ہجری میں مکہ شریف میں ہوا، اس وقت دونوں حضرات کی عمر شریف پچاس برس تھی۔

نکاح کے بعد حضرت سودہ کی رخصتی ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سودہ کو حضرت خدیجہ کے گھر میں ٹھہرایا جو حضرت خدیجہ کی ہی ملک تھا۔ اس گھر میں حضرت علی کے علاوہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحب زادیاں حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رہائش پذیر تھیں۔

بنارت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت و شفقت: حضرت سیدہ سودہ بنت زمعہ حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بے پناہ محبت کرتی تھیں اور ان کے ساتھ نہایت مشفقانہ برتاؤ کرتیں، انھیں اپنی ماں حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا کی کمی کا احساس نہ ہونے دیتیں، مہربان اور شفیق ماں کی طرح ان کے ساتھ رہتیں۔ حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم کی رضا جوئی کرتیں اور ان کی تربیت میں کوئی کسر نہ چھوڑتیں۔

ہجرت مدینہ: رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمانے کے کچھ عرصہ بعد حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابو رافع کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم دے کر مکہ روانہ کیا تاکہ یہ حضرات سرکار کے اہل خانہ کو مدینہ لائیں۔ چناں چہ حضرت سودہ، حضرت فاطمہ، حضرت ام کلثوم، حضرت ام ایمن اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان حضرات کے ساتھ مکہ شریف سے مدینہ طیبہ تشریف لائے اور حضرت حارثہ بن نعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہمان ہوئے۔

حضرت سودہ اور آیت حجاب کا نزول: آیت حجاب کے نزول سے پہلے تمام عورتیں قضائے حاجت کے لیے باہر جایا کرتی تھیں، حضرت فاروق اعظم کو یہ بات ناگوار لگتی، آپ یہ چاہتے کہ مسلمان عورتیں باہر نہ جایا کریں، اس خیال کا اظہار آپ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا۔ حضرت سودہ چوں کہ بلند قامت تھیں اس لیے لوگ پہچان جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ قضائے حاجت کے لیے باہر جا رہی تھیں تو حضرت عمر نے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا اور فرمایا کہ اے سودہ ہم نے آپ کو پہچان لیا۔ حضرت عمر کا یہ جملہ سن کر حضرت سودہ کو ناگوار لگا اور آپ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ اس واقعہ کے بعد آیت حجاب نازل ہوئی اور مسلمان عورتوں کو پردے کا حکم دیا گیا۔

حضرت سودہ کے لیے رخصت: ۔10 ہجری میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو سودہ بھی ساتھ تھیں، چوں کہ وہ بلند و بالا اور فربہ اندام تھیں اور اس وجہ سے تیزی کے ساتھ چل پھر نہیں سکتی تھیں۔ اس لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ اور لوگوں کے مزدلفہ سے روانہ ہونے سے قبل ان کو چلے جانا چاہیے، کیوں کہ ان کو بھیڑ بھاڑ میں چلنے سے تکلیف ہوگی۔

روایت حدیث: حضرت سودہ سے صرف پانچ حدیثیں مروی ہیں، جن میں بخاری شریف میں صرف ایک ہے۔ صحابہ میں حضرت ابن عباس، ابن زبیر اور یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ نے ان سے روایت کی ہے۔

فضائل و کمالات: حضرت عائشہ فرماتی ہیں: سودہ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ اس کے قالب میں میری روح ہوتی۔

اطاعت و فرماں برداری میں وہ تمام ازواج مطہرات سے ممتاز تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ میرے بعد گھر میں بیٹھنا، چناں چہ سودہ نے اس حکم پر اس شدت سے عمل کیا کہ یہ پھر کبھی حج کے لیے نہ نکلیں، فرماتی تھیں کہ میں حج و عمرہ دونوں کر چکی ہوں اور اب خدا کے حکم کے مطابق گھر میں بیٹھوں گی۔

سخاوت و فیاضی بھی ان کا ایک اور نمایاں وصف تھا اور حضرت عائشہ کے سوا وہ اس وصف میں بھی سب سے ممتاز تھیں، ایک دفعہ عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی خدمت میں ایک تھیلی بھیجی! لانے والے سے پوچھا، اس میں کیا ہے؟ تو اس نے عرض کیا کہ درہم، بولیں کھجور کی طرح تھیلی میں درہم بھیجے جاتے ہیں۔ یہ کہ کر اسی وقت سب کو تقسیم کر دیا۔ وہ طائف کی کھالیں بناتی تھیں اور اس سے جو آمدنی ہوتی تھی، اس کو

نہایت خوش دلی کے ساتھ نیک کاموں میں صرف کرتی تھیں۔

ایثار میں بھی آپ ممتاز حیثیت رکھتی تھیں، وہ اور حضرت عائشہ آگے پیچھے نکاح میں آئی تھیں لیکن چوں کہ ان کا سن بہت زیادہ تھا اس لیے جب بوڑھی ہوگئیں توان کو شبہ ہوا کہ شاید محمد صلی اللہ علیہ وسلم طلاق دے دیں اور میں شرف صحبت سے محروم ہوجاؤں۔ اس بنا پر آپ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو دے دی اور انھوں نے خوشی سے قبول کی۔

مزاج تیز تھا، حضرت عائشہ ان کی بے حد معترف تھیں، لیکن کہتی ہیں کہ وہ بہت جلد غصہ سے بھڑک اٹھتی تھیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پاس میں حریرہ بنا کر لائی اس وقت حضرت سودہ رضی اللہ تعالی عنہا سرکار کی خدمت میں حاضر تھیں میں نے حضرت سودہ سے کہا کہ حریرہ آپ کھالیں انھوں نے انکار کیا تو میں نے حریرہ ہاتھ میں لے کر ان کا منہ حریرہ سے بھر دیا حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یہ دیکھ کر مسکرا پڑے اور آپ نے مجھے اپنے دست مبارک سے دبایا اور حضرت سودہ سے فرمایا کہ تم بھی عائشہ کا منہ بھر دو تو حضرت سودہ نے حریرہ لے کر میرا منہ بھر دیا۔ سرکار یہ دیکھ کر مسکرانے لگے۔

حضرت سودہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو خوش کرنے کی کوشش میں رہتیں اور ایسا عمل کرتیں کہ سرکار دیکھ کر مسکرا پڑتے، کبھی کبھی جان بوجھ کر مختلف طریقوں سے بن بن کر چلتیں جب سرکار آپ کی اس حرکت کو دیکھتے تو ہنس پڑتے۔ ظرافت اس قدر تھی کہ کبھی کبھی اس انداز سے چلتی تھیں کہ آپ ہنس پڑے تھے۔ ایک مرتبہ کہنے لگیں کہ کل رات کو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتی تھی، آپ نے اس قدر دیر تک رکوع کیا کہ مجھ کو نکسیر پھوٹنے کا شک ہوگیا، اس لیے میں دیر تک ناک پکڑے رہی، اس آپ اس جملہ کو سن کر مسکرا اٹھے۔

دجال سے بہت ڈرتی تھیں، ایک مرتبہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے پاس آرہی تھیں دونوں نے مزاح کے لہجہ میں کہا: تم نے کچھ سنا؟ بولیں کیا؟ کہا: دجال نے خروج کیا، سودہ یہ سن کر گھبرا گئیں۔ ایک خیمہ جس میں کچھ آدمی آگ سلگا رہے تھے، قریب تھا فورًا اس کے اندر داخل ہوگئیں، تو حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ ہنستی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور آپ کو اس مزاح کی خبر کی۔ آپ تشریف لائے اور خیمہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ ابھی دجال نہیں نکلا ہے۔ یہ سن کر سودہ باہر آئیں تو مکڑی کا جالا بدن پر لگا ہوا تھا۔ اس کو باہر آکر صاف کیا۔

خصوصیات:

- آپ حضور علیہ السلام کی زوجہ محترمہ اور تمام مومنین کی ماں ہیں۔
- آپ نے کم و بیش تین برس رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے کاشانۂ اقدس میں اس طرح گزارے کہ اس عرصہ میں کاشانۂ نبوت میں آپ کے سوا کوئی دوسری زوجہ مطہرہ نہ تھیں۔
- آپ نے رسول خدا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لیے اپنی باری کا دن محبوبۂ محبوب رب العالمین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے لیے ایثار کردیا۔
- آپ کا شمار ان چھ ازواج میں ہوتا ہے جن کا تعلق قبیلۂ قریش سے تھا۔
- آپ قدیم الاسلام خاتون تھیں اور السابقون الاولون کے زمرۂ مبارکہ میں شامل تھیں۔
- آپ صاحبہ الہجرتین ہیں پہلی بار اپنے پہلے شوہر حضرت سکران کے ساتھ آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور حضور علیہ السلام کی زوجیت میں آنے کے بعد مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی۔
- آپ کی حیات طیبہ اطاعت و فرماں برداری، تسلیم و رضا سخاوت و فیاضی، ایثار و قربانی، دین داری، عفت و پاکیزگی، تربیت و اصلاح، خلوص و محبت اور عشق رسول کی انتہائی بلندیوں پر نظر آتی ہے۔
- سوتیلی اولاد سے محبت و پیار اور اعلی تربیت کا بہترین نمونہ دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔
- آیت حجاب کا نزول آپ کی برکت ہے کہ آیت حجاب کے نزول کا باعث بن کر پوری دنیا کی خواتین کو تحفظ نسواں کا بہترین دستور وشعور عطا فرمایا۔

وفات: حضرت سودہ کے سنہ وفات میں اختلاف ہے، واقدی کے نزدیک انھوں نے امیر معاویہ کے زمانۂ خلافت 54 ہجری میں وفات پائی، حافظ ابن حجر ان کا سال وفات 100ھ قرار دیتے ہیں، امام بخاری نے تاریخ میں بہ سند روایت کی ہے کہ حضرت عمر کے زمانۂ خلافت میں انتقال کیا۔ ذہبی نے تاریخ کبیر میں اس پر اضافہ کیا ہے کہ حضرت عمر کی خلافت کے آخری زمانہ میں وفات کی۔ حضرت عمر نے 23 ہجری میں وفات پائی ہے کہ اس لیے ان کا زمانۂ وفات 22 ہجری ہوگا، خمیس میں ہے کہ یہی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ ☼☼☼☼☼

شبِ براءت، عبادات اور غریبوں کی غم گساری

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

مارچ 2023 کا عنوان	جامعہ اشرفیہ اور فرزندانِ اشرفیہ کی ذمہ داریاں
اپریل 2023 کا عنوان	شاعروں اور مقرروں کا متعین اوقات کی اجرت طے کرنا — شرعی نقطۂ نظر

شبِ براءت میں عبادت وریاضت اور توبہ واستغفار

از: مولانا محمد ساجد رضا مصباحی

رب ذوالجلال نے امت محمدیہ کو خصوصی عظمتوں کی حامل کئی نورانی راتیں عطا فرمائی ہیں جن میں عبادت وریاضت بخشش ومغفرت کا ذریعہ اور دنیوی واخروی سعادتوں کے حصول کا باعث ہے، ان نورانی راتوں میں پندرہویں شعبان کی رات کو خاص اہمیت حاصل ہے، اس شب کو ''شب براءت'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس مبارک شب میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں اور برکتوں کا نزول فرماتا ہے، خداے تعالیٰ ملائکۂ کرام کی جماعتوں کو دنیا میں بھیجتا ہے، اس لیے اس مبارک رات میں قرآن پاک کی تلاوت کرنی چاہیے، نوافل پڑھنا چاہیے، اپنے گناہوں سے تائب ہو کر بارگاہ خداوندی میں صدق دل سے توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔

شب براءت کی فضیلت واہمیت:

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إذا كانت ليلة النصف من شعبان فقوموا ليلها و صوموا نهارها فإن الله ينزل فيها لغروب الشمس إلى سماء الدنيا فيقول ألا مَن مستغفرلى فاغفر له ألا من مسترزق فأرزقه ألا مبتلى فاعا فيه ألا كذا ألا كذا حتى يطلع الفجر. [ابن ماجه ، كتاب اقامة الصلاة والسنة فيها، باب ماجاء فى ليلة النصف من شعبان]

ترجمہ: جب شب برات آئے تو دن کو روزہ رکھو اور رات کو عبادت میں مشغول رہو کہ اللہ تعالیٰ غروب آفتاب کے وقت سے ہی آسمان دنیا پر تجلی خاص فرماتا ہے اور فرمان الٰہی ہوتا ہے خبردار! ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا کہ میں اسے بخش دوں، خبردار ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ میں اس کو رزق عطا فرماؤں، خبردار! ہے کوئی بیماری سے صحت چاہنے والا کہ اسے میں شفا بخشوں، خبردار ہے کوئی ایسا ایسا، یہ ندا طلوع فجر تک ہوتی رہتی ہے۔

شب براءت کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں دعائیں قبول ہوتی ہیں، لہٰذا جملہ دینی و دنیاوی مقاصد پر مشتمل دعائیں اس مبارک شب میں ضرور مانگنی چاہیے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

خمس ليال لاترد فيهن الدعا، ليلة الجمعة وأول ليلة من رجب وليلة النصف من شعبان وليلتى العيدين. [مصنف عبدالرزاق،ج:4،ص:317]

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ حاشیہ

استاذ دارالعلوم غریب نواز، داہو گنج، کشی نگر، یوپی

أحسن الوعا لآداب الدعا میں دعاؤں کی اجابت ومقبولیت اوقات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''رجب کی چاندرات، شب برات، شب عید الفطر، شب عیدالاضحیٰ''۔ پھر آپ نے یہ حدیث پاک نقل فرمائی:

عن أبي أمامة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم : خمس ليال لا ترد فيهن الدعوة أول ليلة من رجب وليلة النصف من شعبان وليلة الجمعة وليلة الفطر وليلة النحر .[احسن الوعا لآداب الدعا مع حاشيه ذيل المدعا، ص:١٥ مطبوعه جامعه اشرفيه مبارك پور ١٩٩٤]

حضرت ابوامامہ باہلی سے روایت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ راتیں ہیں کہ ان میں دعا رد نہیں کی جاتی، رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرہویں رات، جمعہ کی رات، عید الفطر کی رات، بقرعید کی رات۔

شب برات کی عبادات وظائف:

شب برات کی عبادات وظائف میں سے یہ ہے کہ خدائے پاک کی تسبیح کریں، وظیفہ کریں، جن کے ذمے قضا نمازیں ہوں وہ اپنی قضا نمازیں ادا کریں کہ جب تک قضا نمازیں ذمے ہوں نوافل قبول نہیں ہوتے، قرآن پاک کی تلاوت کریں۔ اس رات کو خود بھی کثرت سے اعمال صالح کریں اور گاؤں محلے کے بڑے، بچے، بوڑھے جوان سب کو تنبیہ کردیں کہ تسبیح وتہلیل میں رات گزاریں، خاص طور سے اپنے خاندان والے، اپنے اہل وعیال سے اور اپنے بچوں کو اس رات میں عبادات کے ذریعہ شب بیداری کی تاکید کریں، فاتحہ و ایصال ثواب کریں اور اپنے گناہوں سے تائب ہوکر ندامت وشرمندگی کے ساتھ بارگاہ خدا میں روکر، گڑگڑا کے اپنے لیے اور سب کے لیے بخشش کی دعا کریں۔ حقوق العباد ذمے ہو تو اس کی ادائیگی کی حتی االامکان کوشش کریں، کسی دل دکھایا یا کسی پر زیادتی کی ہو تو اس کے معافی طلب کریں۔

مصنف بہار شریعت صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

''جن دوشخصوں کے مابین دنیوی عداوت ہو تو اس رات کے آنے سے پہلے انہیں چاہیے کہ ہر ایک دوسرے سے مل جائے اور ہر ایک دوسرے کی خطا معاف کردے تاکہ مغفرت الٰہی انہیں بھی شامل ہو، انھیں احادیث کی بنا پر یہاں بریلی میں اعلیٰ حضرت قبلہ مدظلہ الاقدس نے یہ طریقہ مقرر فرمایا ہے کہ 14؍ شعبان المعظم کو رات آنے سے پہلے مسلمان آپس میں ملتے اور عفو تقصیر کراتے ہیں اور ہر جگہ کے مسلمان بھی ایسا ہی کریں تو نہایت انسب و بہتر ہے۔

[بہار شریعت 138/5]

شب براءت اور غریبوں کی غم گساری:

غربا و مساکین پر صدقات وخیرات ہر مہینہ، ہر دن اور ہر لمحہ باعث اجر وثواب ہے، لیکن خاص مواقع پر ان کی امداد واعانت مزید فضیلتوں کا باعث ہوتا ہے، ہمارے دیار میں شب براءت کو ایک تہوار کے طور پر منایا جاتا ہے، قسم قسم کے کھانے تیار کیے جاتے ہیں، حلوے پکائے جاتے ہیں، گھروں کی صفائی اور روشنی کا اہتمام ہوتا ہے، ایسے میں ہماری ذمے داری بنتی ہے کہ ہم اس موقع پر اپنے سماج کے غریب مسلمانوں کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھیں، حسب استطاعت ان کے لیے بھی اچھے کھانے کے انتظام کی کوشش کریں، تحائف کی شکل میں ان کی مالی امداد کریں، سماج کے چند غریبوں کو دعوت دے کر اپنے گھر اچھا کھانا کھلادیں، ان کے بال بچوں کے لیے کچھ مٹھائیاں، حلوے اور دوسرے قسم کے کھانے کے سامان ضرور بھیج دیں، اپنی کمائی کا کچھ حصہ غریب بیمار افراد کے علاج کے لیے پیش کردیں، ہاسپٹل میں جاکر غریب مریضوں کو پھل وغیرہ پیش کریں، ان کی مزاج پرسی کریں۔ یقیناً ہمارے ان اعمال سے نہ صرف یہ کہ ہمیں اللہ تعالیٰ بے پناہ اجر وثواب عطا فرمائے گا، بلکہ ایک اچھا سماج ومعاشرہ بھی تشکیل پائے گا۔

شب برات اور زیارت قبور وایصال ثواب:

یہ بات احادیث اور اقوال سلف سے ثابت ہے مسلمانوں کی روحیں ہر جمعہ کو رات اور دن میں اپنے اپنے گھروں کو آتی ہیں اور دروازے کے پاس کھڑے ہوکر دردناک آواز میں پکارتی ہیں، اے میرے گھر والو! اے میرے بچو! ہم پر صدقہ سے مہربانی کرو، ہمیں یاد کرو، ہماری غریبی میں ہم پر ترس کھاؤ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت میں اس بات کی صراحت ہے کہ پندرہ شعبان کی رات میں بھی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور اہل خانہ کو ایصال ثواب کے لیے پکارتی ہیں۔

خزانۃ الروایات میں ہے: عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما إذا كان يوم عيد أو يوم جمعة أو عاشوراء أوليلةُ النصف من شعبان تاتي أرواح الأموات

و یقومون علی أبواب بیوتهم فیقولون هل من أحد یذکرنا هل من أحد یذکر غربتنا.

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے ک جب عید یا جمعہ یا عاشورے کا دن یا شب براءت ہوتی ہے، اموات کی روحیں اپنے گھروں کے دروازوں پر کھڑی ہوتی اور کہتی ہیں، ہے کوئی کہ ہمیں یاد کرے، ہے کوئی کہ ہم پر ترس کھائے، ہے کوئی جو ہماری غربت کو یاد دلائے۔

لہٰذا شب براءت کے موقع پر اپنے مرحومین کے لیے ایصال ثواب کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے اور ان کی قبروں کی زیارت اور فاتحہ خوانی کے لیے بھی جانا چاہیے، اس سے وہ خوش ہوتے ہیں اور انھیں انسیت حاصل ہوتی ہے۔ قبروں کی زیارت کو جانا آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کی ہے اور اس کا حکم بھی دیا ہے، اُس کے فوائد و برکات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔

حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

کنت نهيتكم عن زيارة القبور فزوروها فانها تزهد في الدنيا و تذكر الأخرة.[سنن ابن ماجه، ص:۱۱۲]

ترجمہ: میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا، اب قبروں کی زیارت کرو، اس لیے کہ وہ دنیا سے بے رغبت کرتی ہے اور آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان کی زیارت [قبر کی زیارت] پر پہنچتا ہے تو وہ اس سے انس حاصل کرتا ہے اور اس کی باتوں کا جواب دیتا ہے۔

شب برات کے غیر شرعی اعمال:

شب براءت کا معنی ہے چھٹکارے کی رات، تو اس رات کو گناہوں سے دور رہ کر ذکر و تسبیح میں گزارنا چاہیے، آج کل یہ رواج ہو گیا ہے کہ اس رات کو ہمارے جوان آتش بازی کرتے ہیں، پھل جھڑی اور پٹاخے چھوڑتے ہیں، بائک اسٹنٹ کی مقابلہ آرائی کرتے ہیں، ہمارے معاشرے کے نوجوان اس مبارک شب کا پاس ولحاظ نہیں رکھتے، جس رات کو خدائے تعالیٰ دعائیں خاص طور سے قبول فرماتا ہے۔ اس رات کو سونے، کھانے، پینے اور اوباشیوں میں گزار دیتے ہیں۔

ذرا اس پہلو پر غور کریں کہ شور شرابا اور پٹاخوں کی شدید آواز سے اس مبارک شب میں قرآن کریم کی تلاوت کرنے والوں، خدا کا ذکر کرنے والوں اور نماز پڑھنے والوں کے ذکر و عبادت میں کس درجہ خلل ہوتا ہے، خود تو ذکر و عبادت سے دور رہے، مگر جو اللہ کے بندے عبادت میں مصروف ہیں ان کو بھی خلل میں مبتلا کیا۔ پھر ہر سال جو سیکڑوں حادثات رونما ہوتے ہیں وہ ایک الگ مصیبت ہے، کتنے مکانات جلتے ہیں اور کتنی دکانیں نذر آتش ہوتی ہیں، کتنے مالی نقصانات ہوتے ہیں اور کتنے بچے نوجوان جل کر موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ مال کا ضیاع ہوتا ہے، حالاں کہ ہمیں اپنے مال کی حفاظت کرنی چاہیے، بے راہ روی پر آمادہ ہمارے نوجوان خدا کا خواف کریں، شب براءت جیسی مبارک رات میں فضول خرچی اور خرافات کے ذریعہ آخرت کی تباہی کا سامان نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت پر گامزن فرمائے۔ آمین

******

فضائلِ شبِ براءت

از: محمد زاہد رضا، دھنباد، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

اللہ تبارک وتعالی نے انبیا و رسل، جن و انس، رات و دن اور دیگر مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے اور ان میں بعض کو بعض پر فضیلت سے نوازا ہے، جیسے رسول انبیا سے افضل، حضور تمام انبیا و رسل سے افضل، صحابہ اولیا سے افضل، اولیا تمام انسانوں سے افضل، انسان تمام مخلوقات میں افضل، عالم جاہل سے افضل، مدینہ منورہ تمام شہروں میں افضل، بیر زمزم تمام کنوں سے افضل، رمضان تمام مہینوں میں افضل، جمعہ تمام ایام میں افضل، اسی طرح شب برأت اور شب قدر تمام راتوں میں افضل ہے۔

اللہ تعالی قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے: قسم اس روشن کتاب کی، بے شک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا، اور بے شک ہم ڈر سنانے والے ہیں، اس میں بانٹ دیا جاتا ہے ہر حکمت والا

کام۔ (سورہ دخان، آیت، 4، 3، 2، 1 ترجمہ کنزل الایمان)

اس آیت میں لیلۃ مبارکہ سے مراد شب قدر ہے یا شب برأت، تو جمہور اول کے قائل ہیں، کیوں کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ہم نے اس کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں: آیت "انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ" میں "لیلۃ مبارکۃ" سے مراد شعبان کی پندرہویں رات ہے، نجات اور خلاصی کی رات ہے اور یہی قول حضرت عکرمہ کے سوا اکثر مفسرین کا ہے۔ (غنیۃ الطالبین، ج اول، ص 189)

شب برأت کی وجہ تسمیہ:

شب برات کو شب برأت اس لیے کہتے ہیں کہ شب کے معنی رات اور برأت کے معنی بری ہونے اور قطع تعلق کرنے کے ہیں، اور اللہ کی رحمت سے بے شمار مسلمان اس شب کو جہنم سے نجات پاتے ہیں، اس لیے اس رات کو شب برأت کہتے ہیں۔

فضائل شب برأت:

شب برأت بڑی برکتوں اور رحمتوں والی رات ہے، اس لیے اس کے متعلق چند احادیث پیش ہیں۔

بخشش کی رات:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: کہ ایک رات میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا، تلاش بسیار کے بعد آپ جنت البقیع میں پائے گئے، میں نے عرض کیا: کہ حضور میں نے خیال کیا کہ شاید آپ دوسرے ازدواج کے پاس چلے گئے ہیں، آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالی شعبان کی پندرھویں شب آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور بنی کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد سے زیادہ گنہ گاروں کو بخش دیتا ہے۔ (مشکوۃ شریف، ج اول، ص 105)

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلا شبہ اللہ تعالی شعبان کی پندرھویں رات ظہور فرماتا ہے اور مشرک وکینہ پرور شخص کے سوا تمام مخلوق کو بخش دیتا ہے۔ (مشکوۃ شریف ج اول، ص 106)

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالی شعبان کی پندرھویں رات آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور مشرک، کینہ جو، رشتہ توڑنے والے اور زانی عورت کے علاوہ تمام مسلمانوں کو بخش دیتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین، ج اول، ص 190)

نزول الٰہی اور نجات کی رات:

یہ حدیث بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب شعبان کی پندرھویں رات ہو تو اس میں عبادت کرو اور دن میں روزہ رکھو، اس لیے کہ اس رات کی خصوصیت یہ ہے کہ غروب آفتاب کے وقت اللہ تعالی آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور شام سے صبح تک یہ ندا دی جاتی ہے کہ ہے کوئی مغفرت مانگنے والا؟ جسے میں بخش دوں، ہے کوئی رزق مانگنے والا؟ جسے میں رزق دوں، ہے کوئی بیمار صحت مانگنے والا؟ جسے میں صحت دوں، کوئی ایسا ہے؟ کوئی ایسا ہے؟ فجر تک اسی طرح پکارا جاتا ہے۔

(ابن ماجہ، ج اول، ص 444)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی شعبان کی پندرھویں رات حضرت جبرئیل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجتا ہے تاکہ وہ اسے یہ حکم پہنچا دیں کہ وہ آراستہ ہو جائے اور کہ دیں کہ اللہ تعالی نے اس رات میں آسمان کے ستاروں کی گنتی، دنیا کے دن اور رات کی تعداد، درختوں کے پتوں کی گنتی، پہاڑوں کے وزن کے برابر اور ریت کے ذروں کی گنتی کے برابر بندے دوزخ سے آزاد کر دیے ہیں۔

(ماثبت بالسنتہ اردو، ص 291)

انتظام عالم کی رات:

حضرت عطا یسار نے فرمایا: شعبان کی پندرھویں رات سال بھر کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں، کوئی شخص سفر میں نکلتا ہے اس حال میں کہ اسے زندوں سے نکال کر مردوں میں درج کیا جا چکا ہوتا ہے، اور کوئی شادی کرتا ہے اس حال میں کہ وہ زندوں سے نکال کر مردوں میں درج کیا گیا ہوتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین، ج اول، ص 191)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو جانتی ہے کہ یہ کون سی رات ہے؟ میں نے عرض کیا! اس رات میں کیا خاص بات ہے، آپ نے فرمایا: اس رات میں ہر وہ شخص لکھا جاتا ہے جو اس سال میں پیدا ہونے والا ہے اور اس رات میں ہر مرنے والا لکھا جاتا ہے، اس رات میں لوگوں کا رزق اتارا جاتا ہے، اور اس رات میں ان کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین، ج اول ص 191)

علامہ ابو الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی حنفی بغدادی تحریر فرماتے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

تمام امور کے فیصلے تو "شب برأت" میں ہوتے ہیں، لیکن جن فرشتوں کو ان کاموں کو انجام دینا ہوتا ہے ان کے سپرد "لیلۃ القدر" میں کیے جاتے ہیں۔(روح المعانی، ص 471)

خیر و برکت والی رات:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چار راتوں میں فجر کی اذان تک بے شمار برکتیں اور رحمتیں اتارتا ہے۔

عید الاضحیٰ کی رات، عید الفطر کی رات، نصف شعبان کی شب اور عرفہ کی رات۔(غنیۃ الطالبین، ج اول، ص 189)

فرشتوں کی عیدیں:

جس طرح زمین میں مسلمانوں کی دو عیدیں ہوتی ہیں اسی طرح آسمان پر فرشتوں کی بھی دو عیدیں ہوتی ہیں، مسلمانوں کی عیدیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز ہوتی ہیں اور فرشتوں کی عیدیں شب برأت اور شب قدر میں ہوتی ہیں، ملائکہ کی عیدیں رات میں اس لیے ہوتی ہیں کہ وہ سوتے نہیں اور مسلمان چوں کہ سوتے ہیں اس لیے ان کی عیدیں دن میں ہوتی ہیں۔(غنیۃ الطالبین، ص 449)

روزہ رکھنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرھویں شعبان کا روزہ رکھنے کی تلقین فرمائی جس سے اس شب کے روزے کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یا کسی اور سے فرمایا: کہ تم نے شعبان کے وسط میں رکھا ہے؟ انھوں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا عید کے بعد رکھ لینا۔(صحیح مسلم، ج 1، ص 386)

زیارت قبور:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت قبور کی بڑی حکمت یہ بیان فرمائی ہے کہ اس سے موت کی یاد تازہ ہوتی ہے اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے، شب برأت میں زیارت قبور کا واضح مقصد یہ ہے کہ اس مبارک شب میں ہم اپنی موت کو یاد کریں تاکہ گناہوں سے سچی توبہ کرنے میں آسانی ہو۔

سال بھر کے جادو سے حفاظت:

اگر شب برأت میں کوئی شخص سات پتے بیری (بیر کے پتے) کے پانی میں جوش دے کر اس پانی سے غسل کرے تو انشاءاللہ تمام سال وہ شخص جادو کے اثر سے محفوظ رہے گا۔(اسلامی زندگی، ص 134)

شب برأت میں عبادت کی فضیلت:

اس رات جو شخص اپنا وقت عبادت و ریاضت اور ذکر و اذکار میں صرف کرتا ہے تو اس کا اجر و ثواب تمام راتوں کی بہ نسبت بڑھا دیا جاتا ہے، اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کو اس رات میں قیام کرنے اور ذکر و اذکار میں مشغول و مصروف رہنے کا حکم فرمایا ہے، ارشاد نبی کریم ہے: قوموا لیلھا و صوموا نھارھا.

ترجمہ۔ شب برأت میں جاگ کر عبادت کرو اور دن میں روزہ رکھو۔(ابن ماجہ شریف، ص 100)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ جو پانچ راتوں میں شب بیداری کرے اس کے لیے جنت واجب ہے، انھیں میں ایک رات نصف شعبان کی پندرھویں رات ہے۔

(بہار شریعت، ج 4، ص 105)

پیارے اسلامی بھائیوں! فضائل شب برأت کا ذکر ہو چکا ہے، اس لیے ہم سب کو چاہیے اس رات کو خواب غفلت، آتش بازی، عیب جوئی، موبائل بینی اور لہو و لعب میں نہ گزاریں، بل کہ اس رات کی فضیلت کو ملحوظ رکھتے ہوئے عبادت و ریاضت اور ذکر و اذکار کریں، اپنے مرحومین، کاروبار، اپنے گناہوں اور عالم اسلام کے مسلمانوں بالخصوص ہندوستانی مسلم بھائیوں کی عزت و آبرو کی حفاظت کے لیے دعاے خیر کریں، اور اگر کسی مومن بھائی کا اپنے ہمسایہ، رشتہ دار اور دوست و احباب سے نوک جھوک ہوا ہو اور بات چیت بند ہو گئی ہو تو براے مہربانی شب برأت سے پہلے پہلے صلح کر لیں اور بات چیت شروع کر دیں، اعمال صالحہ اسی وقت زیادہ مقبول ہوتے ہیں جب اس پر حقوق العباد باقی نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اچھے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ✻✻✻✻

برکات وحسنات کی ایک حسین رات-شبِ براءت

از: غلام عبدالقادر تیغی، کشی نگر

سال کے شب وروز میں پندرہویں شعبان کی مقدس رات "شب برأت" اور پندرہواں دن بڑا بابرکت ہے اللہ رب العزت کا خاص فضل کرم ہے کہ اس نے ہمیں یہ بابرکت رات عطا فرمائی۔ یہ رات ہمارے مابین آتی ہے اور چلی جاتی ہے لیکن کتنے ہی نااہل اور غافل ہیں جو اس رات کو کھیل کود، آتش بازی اور سوکر گزار دیتے ہیں۔ ہاں بڑے خوش نصیب اور نیک بخت ہیں وہ اللہ کے اطاعت شعار بندے جو اس رحمت بھری اور نور ونکہت میں ڈوبی ہوئی شب کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے اور اس میں اپنے مولائے کریم کو یاد کرتے ہیں۔ اور اس مقدس رات کو اپنے رب کو راضی کرنے میں بسر کرتے ہیں۔ اور اپنے گناہوں پر پشیماں و شرمندہ ہوکر مغفرت طلب کرتے ہوئے اس بابرکت رات کو گزارتے ہیں۔ مساکین کو کھانا کھلاتے، یتیم کو کپڑا پہناتے، جس کو جس چیز کی ضرورت ہو اس کی حاجت کو رفع کرتے، اپنے احبا کو تحائف اور اپنے وہ بھائی جو اس دار فانی سے ملک خموشاں کو خیر آباد کر گئے ان کے لیے فاتحہ، شیرنی، نذرونیاز، کا اہتمام کرتے ہیں اور باضابطہ طور پر جماعت در جماعت شہر خموشاں کو جاکر اپنے ان بھائیوں کے لیے اللہ رب العزت سے دعائے مغفرت اور دار ابد کے لیے ایک حسین باغ کا لو لگاتے ہیں۔ یقیناً اس دار فانی سے کوچ کرنے والے ہمارے بھائی امداد و نصرت کے مستحق ہیں لہذا مبارک راتوں اور مقدس ایام میں اپنے ان بھائیوں کو ضرور یاد کرنا چاہیے

حدیث پاک میں آیا ہے: اگر تم میں کوئی اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے تو پہنچائے۔ (مسلم شریف/223 حدیث 5691 مسند امام محمد/315)

جب کہ اس حدیث کو پڑھیں گے تو ہمیں سمجھ میں آئے گا کہ صدقہ تلاوت اور ذکر خیر کا ثواب اگر کسی مرحوم کو پہنچایا جائے تو پہنچتا ہے۔ اس موضوع پر کثیر تعداد میں احادیث مذکور ہیں۔

حدیث سے ثابت ہے کہ اس مبارک شب میں بنی کلب کی بکریوں کے بال سے زیادہ گنہگاروں کی اللہ بخشش فرماتا ہے۔

لیکن متعدّد روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مغفرت و رحمت کی اس بابرکت رات میں چند ایسے بھی بدبخت ہیں جو بغیر توبہ کے معاف نہیں کیے جاتے اور وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہی رہتے ہیں۔ وہ یہ ہیں:

* مشرک * ماں باپ کا نافرمان * کاہن * نجومی * جادوگر * فال نکالنے والا * بدمذہب * قاتل * رشتہ کاٹنے والا * کینہ پرور * سود کھانے کا عادی * شرابی * باجا بجانے والا * گویا/فحش وفضول * کپڑا، تہبند، پاجامہ، کرتا، وغیرہ ٹخنوں سے نیچے لٹکا کر تکبر کرنے والا * ناجائز ٹیکس وصول کرنے والا * جلاد وغیرہ۔

ان بڑے بڑے گناہوں کے مرتکبین کو چاہیے کہ اس برکت والی رات کے آنے سے پہلے یا خاص اس بابرکت رات میں ان گناہوں سے خدا کی بارگاہ میں سچی توبہ کریں اور آئندہ ان سے اجتناب کا پختہ عزم بھی کریں تبھی جاکر اس نور و نکہت میں ڈوبی ہوئی رات سے مستفیض ہوں گے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں سچی توبہ کرنے اور اس بابرکت رات سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

-*-*-*-

ماہنامہ اشرفیہ حاصل کریں

(1)-مولانا قاضی سید شمس الدین صاحب
پلاٹ نمبر-35، مدنی کالونی
یلّاپور، اولڈ ہبلی، دھارواڑ، کرناٹک

(2) مولانا محمد ابوبکر صاحب
مدرسہ سراج العلوم لطیفیہ، نہال گڑھ
جگدیش پور، ضلع سلطان پور (یوپی)

(3) مولانا محمد شرف الدین صاحب
نئی سنی مسجد، گھرپ دیو، ممبئی، مہاراشٹر

گوشۂ ادب

فرزندانِ اشرفیہ بحیثیت مدیران

صدر الاسلام مصباحی (ایم اے)

مالک کائنات عزوجل کا فرمان عالیشان ہے، ان الدین عند اللہ الاسلام، خدا کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے۔ اسی لیے اس نے اس کی تبلیغ واشاعت کے لیے بے شمار پیغمبروں کو دنیا میں مبعوث فرمایا اور ہر ایک نے اپنی ذمہ داری کو بخوبی نبھایا۔ ان میں سب سے آخری پیغمبر اور زمین پر خدا کے سب سے بڑے نائب خلیفہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جنھوں نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں سے اسلام کی تبلیغ کی۔ اور قرآن نے آپ کے تعلق سے اعلان فرمایا کہ " مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ"

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ختم نبوت کے منصب پر فائز کیا۔ نبی آخر الزماں ﷺ نے فرمایا، "العلماء ورثة الأنبياء"۔ لہٰذا امت محمدیہ کے علما ہی آخری رسول ﷺ کے علمی وارث ٹھہرے۔

حقیقی وراثت کا فلسفہ یہ ہے کہ وارث جس بنا پر وراثت کا حق دار ٹھہرایا گیا ہے، اس کے تقاضوں کو پورا کرے۔ حقائق اور پیغامات کا ارسال و ترسیل یوں ہی مذہبی اصول و فروع اور شرعی دستور و قوانین کی وضاحت، اور ان کی درست تعبیر و تشریح کی ترویج و اشاعت بھی ان تقاضوں میں شامل ہے اور مذہبی رسائل و جرائد اور دیگر ابلاغی یا ترسیلی اسباب و وسائل کو مذہبی، شرعی، قومی و ملی اور دیگر اہم دینی و دنیوی مسائل کے لیے استعمال کرنے والے حضرات کو خاص اصطلاح میں "صحافی" کہتے ہیں۔ آئندہ ہم خاص ادارتی نقطۂ نظر سے گفتگو کریں گے کیوں کہ ہماری گفتگو کا محور "فرزندان اشرفیہ بحیثیت مدیر" جو نہایت ہی جامعیت کا متقاضی ہے، تاہم مراد تک رسائی کے لیے ہمیں چند تدریجی مراحل سے گزرنا ہوگا۔

میدان صحافت میں فرزندان اشرفیہ نے متعدد رسائل و مجلات اور اخبار کے ذریعہ ہر دور میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ فرزندان اشرفی کی ادارت میں نکلنے والے چند رسائل میگزین اور اخبار درج ذیل ہیں:

(1)- ماہنامہ اسلام بنارس۔ مولانا قاری محمد عثمانی مصباحی۔

(2)- پندرہ روزہ جام کوثر کلکتہ، ماہنامہ جام نور کلکتہ، ماہنامہ رفاقت پٹنہ۔ علامہ ارشد القادری مصباحی علیہ الرحمہ۔

(3)- ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف، مولانا صابر القادری نسیم بستوی مصباحی علیہ الرحمہ، مولانا محمد احمد مصباحی مبارک پوری۔

(4)- ماہنامہ المیزان ممبئی۔ مولانا سید محمد جیلانی اشرفی مصباحی کچھوچھوی۔

(5)- ماہنامہ نمائندہ الہ آباد۔ مولانا سید شمیم گوہر مصباحی۔

(6) ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور۔ مولانا بدر القادری، مولانا سید شمیم گوہر مصباحی، مولانا قاری محمد یحییٰ اعظمی، مولانا عبد المبین نعمانی، مولانا مبارک حسین مصباحی۔

(7)- ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی۔ مولانا نسیم بستوی مصباحی۔

(8)- پندرہ روزہ شان ملت پٹنہ۔ قاری محمد عثمان اعظمی مصباحی۔

(9)- پندرہ روزہ ریاض عقیدت کونچ، جالون۔ مولانا اسلم بستوی مصباحی۔

(10)- سالنامہ المصباح مبارک پور۔ مولانا سید اصغر امام قادری مصباحی۔

(11)- سہ ماہی احساسات سکھٹی مبارک پور۔ مولانا محمد احمد مصباحی مبارک پوری۔

(12)- ماہنامہ رضائے مصطفی بریلی۔ مولانا محمد حنیف خاں رضوی مصباحی۔

(13)- ماہنامہ جام شہود، کلکتہ۔ مولانا سید رکن الدین اصدق۔

(14)- ماہنامہ سنی آواز، ناگ پور۔ مولانا محمد حسینی مصباحی۔

(15)- وائس آف اسلام۔ مولانا بدر القادری، ہالینڈ۔

(16)- حجاز، لندن۔ مولانا قمر الزماں اعظمی۔

(17)- حجاز جدید، دہلی۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی۔

(18)- ماہنامہ کنز الایمان دہلی۔ مولانا یٰسین اختر مصباحی۔

(19)- ماہنامہ ملت کا ترجمان جام نور، دہلی۔ خوشتر نورانی

(20)- ماہ نور دہلی۔ مولانا قمر اشرفی مصباحی، مولانا نیاز احمد مصباحی، مولانا افضل مصباحی۔

(21)- اردو روزنامہ راشٹریہ سہارا، دہلی۔ مولانا افضل مصباحی (نائب مدیر)۔

(22) سہ ماہی امجدیہ مولانا فیضان مصطفیٰ مصباحی، مولانا ممتاز مصباحی۔

(23)- سہ ماہی پیام نظامی۔ مولانا ذکی اللہ مصباحی (نائب مدیر)

(24)- ہفت روزہ مسلم ٹائمز۔ مولانا مقبول احمد مصباحی ممبئی۔

(25)- ماہ نامہ سیارگان۔ مولانا غلام جابر شمس مصباحی، ممبئی۔

(26) سنی دعوت اسلامی۔ مولانا زبیر احمد مصباحی ممبئی۔

(27)- ضیاء الحبیب، اڑیسہ۔ مولانا محمد حنیف مصباحی

(28)- ماہنامہ اہل سنت، جمداشاہی۔ مولانا فروغ احمد اعظمی مصباحی

چند اہم فرزندان اشرفیہ کی ادارت پر ایک جائزہ:

علامہ ارشد القادری مصباحی علیہ الرحمہ:

علامہ ارشد القادری کی کثیر الجہات شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، وہ ایک بلند پایہ مصنف کے ساتھ ایک کامیاب صحافی بھی تھے۔ آپ کا صحافتی شعور پختہ تھا۔ آپ ایک ذمہ دار صحافی کی حیثیت سے ایک عرصے تک مذہبی اور سماجی صحافتی خدمات انجام دیتے رہے۔ آپ کی ادارت میں درج ذیل رسالے شائع ہوئے۔

(1) جام کوثر (پندرہ روزہ کلکتہ)، (2) جام نور (ماہنامہ کلکتہ (3) شان ملت (پندرہ روزہ، پٹنہ) (4) رفاقت (ماہنامہ) پٹنہ۔

"جام نور کلکتہ" کو فکر اسلامی کا ترجمان بنانے کی سمت میں آپ نے جدید ذہن وفکر اور عوامی طبیعتوں کے تقاضوں کا بہت لحاظ رکھا۔ چنانچہ آپ نے "جام نور" میں بزبان حکایت ایک خوبصورت کالم کا سلسلہ شروع کیا۔ جس کے بعد اس کی بڑی مقبولیت و پزیرائی ہوئی۔ اس عہد کے بزرگوں کا بیان ہے کہ وہ اس کالم کو پڑھ کر رونے لگتے اور بعض اوقات تو پھوٹ پھوٹ کر روتے۔ آپ نے اس کالم سے مسلمانوں کے قلبی تصفیہ کا جو عملی کام کیا اور اپنے اسلاف سے ان کے سینے میں جو عقیدت ڈال دی اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

ہندوستان میں فکری انقلاب پیدا کرنے والوں کی فہرست میں آپ کا نام نمایاں ہے۔ آپ نے ذہنوں کی تطہیر اور ان کی تربیت وتہذیب میں اپنی خداداد صلاحیتوں کا خوبصورت مظاہرہ فرمایا۔ جام کوثر، جام نور، اور رفاقت کی ادارت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ نے اپنے قلم کو فکر اسلام کی اشاعت میں مصروف رکھا۔ مسلمانوں کے ذہنوں کی تعمیر وترقی کے لیے آپ نے قلم کا مستقل استعمال کیا۔

جام نور کی رگوں میں خون فراہم کرنے میں علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے جو قربانیاں دی ہیں وہ یقیناً ان کی بے لوث اور مخلصانہ جد و جہد کا آئینہ ہیں۔ جام نور کے ذریعہ آپ نے جہاں دوسرے مسائل پر قلم اٹھایا وہیں اردو زبان و ادب میں اپنی بات مخالفین سے اچھی طرح کہنے کی تحریک چلائی۔ آپ نے مسلمانوں کے اندر اسلامی فکر بیدار کرنے کے لیے اپنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ آپ نے مسلم سماج کے سلگتے ہوئے مسائل کو بھی اپنا موضوع سخن بنایا اور ان موضوعات پر جو کچھ بھی لکھا اس کو اپنے اعتبار سے بھرپور نبھانے کی کوشش کی۔

علامہ یٰسین اختر مصباحی: موجودہ علمائے اہل سنت اور قائدین ملت کے درمیان ایک اعتدال پرست متوازن فکر صحافی و مفکر علامہ یٰسین اختر مصباحی کا نام میدان صحافت میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ بلند فکری، سنجیدہ مزاجی، مسلم مسائل سے باخبری اور ہر ممکن عملی پیش رفت وغیرہ یہ آپ کی شخصیت کے خاص اوصاف ہیں۔ دشمنان اسلام کے اعتراضات کی جواب دہی، اور جماعتی مسائل میں دردمندی، یہ چیزیں ان کی زندگی کا ایک مکمل باب ہیں۔

آپ مسلمانوں کے عالمی وملکی مسائل پر نظر رکھنے والے حساس اور مستقبل شناس صحافی ہیں۔ آپ نے اپنے فکر و قلم سے امت مسلمہ میں نئی نسل کی ذہنی و شعوری تربیت کا انقلابی کارنامہ انجام دیا ہے۔ سیاست و صحافت، سیرت وسوانح اور ملت وسماج کی رہنمائی سے متعلق آپ کے مقالات ومضامین متعدّد ماہ ناموں اور اخبارات کی زینت بنتے رہے ہیں۔

آپ نے اپنی ادارت کے ذریعہ اہل سنت کے تعارف و فروغ میں بھی اہم کارنامہ انجام دیا ہے۔

1988ء میں آپ نے ہندوستان کی راج دھانی دہلی سے

ماہنامہ "حجاز جدید" نکالنا شروع کیا جو مسلکی مسائل پر فکر انگیز مضامین شائع کرتا رہا، اس کے ساتھ دین وسنیت کے فروغ میں بھی اس کا کردار اہم ہے۔ بعد میں حضرت مولانا کو نامساعد حالات پیش آنے کے سبب یہ رسالہ بند کرنا پڑا۔ یہ رسالہ اپنے وقت میں بڑا معیاری تسلیم کیا جاتا تھا، اس کے بند ہوجانے سے اہل علم اور قارئین کو بے حد افسوس ہوا، درمیان میں کچھ سالوں کے خلا کے بعد ماہنامہ "کنزالایمان" دہلی کے مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے اسلامی صحافت کی نمائندگی فرمارہے ہیں۔ ان کے اداریے میں دین ومذہب، علم وادب، ثقافت وسیاست اور مذہبی صحافت کے ابھرتے ہوئے مسائل کا تجزیہ ہوتا ہے، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھنے والے اعتراضات کے اطمینان بخش جوابات اور مسلمانوں کے درپیش سماجی، سیاسی، ملی اور تعلیمی مسائل کی نشاندہی قابل مطالعہ اور فکر انگیز ہوتی ہے اور اس قسم کے دوسرے موضوعات پر آپ کی تحریریں کچھ غیر مسلم سیکولرازم مخالف شرپسند عناصر جیسے وشو ہندو پریشد، بجرنگ دل اور آر ایس ایس کی طرف سے ملک وملت کے لیے اٹھنے والے خطرات کی نشان دہی بھی وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں، آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ نے علمائے اہل سنت کی فکری اور تنظیمی صلاحیتوں کو بیدار کیا اور نئی نسل کے اندر تحریر وصحافت کا شوق پیدا کیا اور اس کی آبیاری کے لیے دارالقلم کی بنیاد ڈالی۔

حجاز جدید میں شائع چند اداریوں کے عناوین:

(1) مسلم قیادت کے لیے لمحۂ فکریہ (2) جہاں بانی سے ہے دشوار تر کار جہاں بینی (3) تحریک خلافت سے تحریک بابری مسجد تک (4) ہندوستانی سیاست وصحافت پر ایک نظر (5) بدایوں سے بھاگل پور (6) یونیفارم سول کوڈ کی تیاری (7) تحفظ بابری مسجد کی سرگرم جدوجہد (8) سومنات سے اجودھیا تک (9) اجودھیا عبادت بل کا خیر مقدم

ان کے منتخب فکر انگیز اداریے جنہوں نے ماہنامہ "کنزالایمان" کو زینت بخشی (ایک طائرانہ نظر):

(1) اسلام کے خلاف بین الاقوامی دہشت گردی (2) بابری مسجد کے ڈھانچے اور ملبہ پر رقص ابلیس (3) وحید الدین خاں اور بندے ماترم (2) عالم اسلام پر امریکی وبرطانوی یلغار (5) جن سنگھ سے بھاجپا تک (6) عربی مدارس پر سنگھ پریوار کا شب خون (7) مسلم قیادت کے لیے دور کا آغاز (8) ملی اور سیاسی مسائل میں اعتدال کی راہ (9) وزارتی گروپ کی رپورٹ اور مدارس اسلامیہ (10) قرآن اور جہاد کے خلاف شرانگیز مہم (11) آزادی کے بعد مسلم سیاسی رجحان اور مسلم قیادت۔

آپ کے اداریوں کی اہم خصوصیات میں سے یہ ہے کہ وہ حالات حاضرہ کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان کا لب ولہجہ کافی متوازن اور سنجیدہ ہے۔

مولانا مبارک حسین مصباحی: مولانا مبارک حسین مصباحی اہل سنت کے متحرک وفعال عالم دین ہیں، متانت فکر اور لطافت ذوق سے مزین ہیں، اہل سنت کی قابل افتخار مرکزی درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ کے مدرس ہونے کے بعد طویل عرصے سے مشہور دینی وعلمی رسالہ ماہنامہ اشرفیہ کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ آپ ایک حساس سنجیدہ قلم کار ہیں جن کے خیالات صالح اور تعمیری ہیں۔ اپنی دیگر مصروفیت کے باوجود منصب ادارت کے فرائض بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔ ان کے دور ادارت میں کئی اہم نمبر نکل چکے ہیں۔ جن کی مختصر فہرست اس طرح ہے:

صدرالشریعہ نمبر 1985ء، پیغمبر اعظم نمبر 1992ء، انوار حافظ ملت نمبر 1992ء، تعلیمی کنونشن نمبر 1996ء، سلطان الہند غریب نواز نمبر 1998ء، جشن شارح بخاری نمبر 2000ء، فقیہ اعظم ہند نمبر 2000ء، انھوں نے کچھ خصوصی شمارے بھی نکالے جیسے سید العلما اور احسن العلما کی حیات وخدمات پر مشتمل "سیدین نمبر" جو 1332 صفحات پر مشتمل ہے۔

چند اہم اداریے جو کتابی شکل میں بھی شائع ہوئے:

(1) افتراق بین المسلمین کے اسباب (2) جادۂ حق وصداقت (3) برصغیر میں افتراق بین مسلمین کا آغاز وارتقا (4) بگڑتے حال بدلتے چہرے (5) وحید الدین خاں سے دو باتیں۔

یہ پانچوں اداریے حذف واضافے کے بعد یکجا بنا "برصغیر میں افتراق بین المسلمین کے اسباب" کتابی صورت میں شائع ہوئے، اب تک پانچ ایڈیشن انڈیا سے اور چار ایڈیشن مرکزی مجلس رضا لاہور پاکستان سے شائع ہوکر مفت تقسیم ہوئے۔

ان اداریوں کے ذریعہ انھوں نے قارئین اشرفیہ کے لیے افتراق بین مسلمین کا ایک منصفانہ تاریخی جائزہ پیش کیا۔ اس کی ابتدا اور ارتقا پر روشنی ڈالی، حق وباطل کے درمیان پورے استدلال کے ساتھ خط امتیاز پیدا کرنے کی اچھی کوشش کی۔ مولانا وحید الدین خان کے پراسرار بظاہر معقول نظریہ کا پردہ فاش کیا، نظریاتی جنگ کے

بھیانک نتائج سے قارئین کو آگاہ کیا۔ 480 صفحات پر مشتمل یہ وقیع کتاب "شہرِ خموشاں کے چراغ" ہے۔اس میں قریب پچاس شخصیات کے وصال کے غم زدہ مواقع پر تعزیتی تحریریں ہیں۔ ان میں کچھ مختصر اور کچھ طویل نگارشات ہیں، زبان و بیان میں بھی منفرد انداز ہے۔ آپ کی ادارت میں ماہنامہ اشرفیہ کا معیار مزید بلند ہوتا جارہا ہے، طباعت، ڈیزائنگ اور کمپوزنگ میں بھی نکھار آیا ہے، اسی کے ساتھ مضامین میں بھی تنوع ہے، مذہبی رسالوں میں اس کا اپنا منفرد مقام ہے۔ گوکہ اس میں عموماً مذہبی موضوعات ہی اٹھائے جاتے ہیں لیکن حسب ضرورت سیاسی، سماجی اور ملی مسائل پر بھی گفتگو کی جاتی ہے۔

فرزندان اشرفی کی نئی نسل کی ادارتی سرگرمیاں:

یہ زمینی حقیقت ہے کہ کام کام کو سکھاتا ہے اور طبعی صلاحیت دوسروں کو اپنا محتاج بناتی ہے، نیز بتدریج عملی مراحل بڑے اہم مراتب کے ضامن ہوا کرتے ہیں، اس حقیقت سے میل کھاتی ان نوجوان فرزندان اشرافیہ کی نوجوان ادارتی سرگرمیاں بھی ہیں جو ان دنوں مختلف ماہناموں اور سہ ماہیوں یا اخبارات میں ادارتی تعاون کا فریضہ اس طرح انجام دے رہے ہیں کہ آئندہ ان کے تعاون لینے کے مواقع بڑھتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

مولانا افضل مصباحی: ہماری جماعت میں ایک نمایاں نام مولانا افضل حسین مصباحی کا ہے۔ 1997ء میں امتیازی نمبرات سے کامیابی حاصل کرنے کے بعد انہوں نے دہلی کا رخ کیا اور اولاً جامعہ حضرت نظام الدین اولیا کا دو سالہ تخصص کا کورس مکمل کر کے عصری تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کے بعد دہلی یونیورسٹی سے ایم اے اور ایم فل کیا۔

افضل مصباحی صاحب نے ایشیا کی عظیم یونیورسٹی جے این یو سے صحافت کا کورس "ایڈوانس ڈپلومہ ان ماس میڈیا" کیا، یہ پہلے مصباحی ہیں جنھوں نے باضابطہ عصری تعلیمی ادارے سے صحافت کا کورس کر کے میدان صحافت میں قدم رکھا۔کسی مذہبی رسالے کا مدیر ہونا نسبتاً آسان ہے لیکن یونیورسٹی کے فارغ التحصیل طلبہ کا مقابلہ کر کے کسی اخبار میں ایک صحافی کی حیثیت سے جگہ پانا انتہائی مشکل ہے۔

آپ پہلے مصباحی ہیں جو شمالی ہندوستان کے معروف ترین اردو اخبار روزنامہ راشٹریہ سہارا میں نائب مدیر (Sub Editor) کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ اس سے قبل یہی کہا جاتا تھا کہ اخبارات میں اپنے حضرات نظر نہیں آتے لیکن افضل مصباحی نے اس جمود کو توڑا اور اخبار میں سب ایڈیٹر کی حیثیت سے جگہ بنانے میں کامیابی حاصل کی۔

اس درمیان میں انھوں نے چھوٹی بڑی تمام ذمہ داریوں کو پورا کیا۔ ایک زمانے تک "آئینۂ عالم" بین الاقوامی صفحہ کے انچارج رہے اور کچھ دونوں ادارتی صفحہ کا کام بھی سنبھالا۔ اس کے علاوہ قومی، بین الاقوامی کھیل کود اور دیگر تمام طرح کے امور کو انجام دیا۔ مذہبی معاملے پر بھی انہوں نے اخبار کے دفتر میں اہم کام کیے۔ اعلیٰ حضرت نمبر، خواجہ غریب نواز نمبر، عید میلادالنبی نمبر وغیرہ نکالنے میں ان کا اہم رول رہا ہے۔

روزنامہ راشٹریہ سہارا کی اہم خصوصیت اس کا ہفتے میں ایک مرتبہ شائع ہونے والا "دستاویز" ہے جس میں قومی سطح پر پیدا شدہ مسائل میں اہم ترین موضوع ہوتا ہے اس پر خصوصی شمارہ شائع کیا جاتا ہے۔ چنانچہ افضل مصباحی صاحب اس کے مسلسل دو سال تک انچارج رہے ہیں۔ اس درمیان جتنے بھی شمارے شائع ہوئے اس میں شائع مواد کی ادارت کا کام آپ ہی نے انجام دیا ہے۔

دستاویز کے 150 سے زاید شماروں میں ان کے اداریے شائع ہو چکے ہیں۔ اس مدت میں انھوں نے تقریبًا ہر میدان کے ماہرین سے خصوصی انٹرویو بھی لیا جو اپنے آپ میں ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے مختلف دینی و عصری موضوعات پر متعدّد مضامین بھی قلم بند فرمائے۔

صحافت ہی کے موضوع پر انہوں نے ایک بڑا کام ایم فل کا مقالہ لکھ کر کے انجام دیا، ان کے ایم فل کے مقالے کا موضوع ہے اکیسویں صدی کے سیاسی، سماجی اور تہذیبی صورتِ حال کا جائزہ روزنامہ راشٹریہ سہارا کے حوالے سے" اس مقالے کا جب میں نے مطالعہ کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ اس میں صحافت کے موضوع پر وافر مواد موجود ہیں۔ ان کا یہ مقالہ اکیسویں صدی کے ابتدائی تین برسوں کی مختصر تاریخ بھی ہے جس میں انھوں نے اپنے مقالے میں تقریبًا 20 صفحات پر مشتمل اخباری صحافت کی اہمیت و افادیت پر سیر حاصل بحث اور گفتگو کی ہے۔ امید کہ ان کا مقالہ عنقریب کتابی شکل میں شائع ہو کر اردو میں صحافت کے موضوع پر کتابوں کی قلت کو پورا کرنے میں مددگار ثابت ہو۔

2000ء سے 2006ء کے درمیان سیاسی، سماجی اور تہذیبی موضوعات پر درجنوں مضامین تحریر کیے جو حالات حاضر کو سمجھنے میں

کسی حد تک معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔

یہاں اس امر کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ موصوف صحافت ہی کے موضوع پر دہلی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کر رہے ہیں، موضوع ہے "آزادی کے بعد ہندوستان میں اردو صحافت"۔ موصوف نے مذہبی رسالہ ماہ نور کی ادارت کا بھی کام سنبھال لیا ہے حالیہ (مئی) شمارے میں ان کا مہمان اداریہ بھی مذکورہ رسالے میں شائع ہوا جس میں انھوں نے گجرات میں درگاہ کی شہادت کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔

موصوف ہماری جماعت میں انفرادی حیثیت کے حامل ہیں اور ضرورت اس بات کی ہے کہ اسی طرح کچھ مصباحی برادران آگے آئیں تاکہ عصری روزناموں میں ہماری نمائندگی ہو سکے۔

محمد ذیشان احمد مصباحی: مولانا ذیشان احمد مصباحی بھی ان نوجوان مصباحیوں میں شامل ہیں جوں ہی صحافت میں اپنی قلمی شراکت کا کام کر رہے ہیں، یہ صوبہ بہار کے ضلع مغربی چمپارن سے تعلق رکھتے ہیں، 2004، جولائی میں جامعہ اشرفیہ سے فراغت ہوئی، زمانہ طالب علمی سے ہی ان کے مضامین متعدّد مذہبی رسالوں میں چھپتے تھے مگر فراغت کے بعد نومبر 2004ء میں ماہنامہ "جام نور دہلی کے معاون مدیر کی ذمہ داریاں آپ نے سنبھال لیں۔ آپ کے مزاج کے مطابق آپ کو قلمی پلیٹ فارم بھی مل گیا۔

آپ کی ابتدائی مدت ادرات آئندہ اکتوبر میں مکمل دو سال ہو جائے گی۔ اس عرصے میں ماہنامہ کا کوئی ایسا شمارہ نہیں گزرا جس میں کوئی آپ کا قابل قدر اور لائق مطالعہ مضمون شاملِ اشاعت نہ ہوا ہو۔ اکثر آپ حالات حاضرہ پر خامہ فرسائی کرتے ہیں۔

غلام مدثر رضوی مصباحی: یہ 2004ء جولائی میں جامعہ اشرفیہ سے فراغت کے بعد جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی میں زیر تعلیم ہیں۔ انھوں نے تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیتی عمل کے طور پر ابتدا سے ہی ماہنامہ ماہ نور کے معاون مدیر کی حیثیت سے کام کرنا شروع کیا۔ ابتدا میں ماہ نور کے مستقل کالم "کون ہیں کیا ہیں" کے مستقل کالم نگار تھے۔ تاحال وہ اس کے معاون مدیر ہیں۔ عام طور سے نہیں بلکہ آپ کے تقریباً سبھی مضامین تحقیقی اور پر مواد ہوتے ہیں، حوالہ جات، اقتباسات اور شواہدات سے مزین ہوا کرتے ہیں۔

مولانا نیاز احمد مصباحی: مولانا نیاز احمد مصباحی 2004ء، جولائی میں جامعہ اشرفیہ سے فراغت کے بعد دار التصنیف والتالیف المجمع الاسلامی" زیر تربیت رہے، پھر 2006ء میں ماہنامہ ماہ نور کے نائب مدیر کی حیثیت سے مقرر ہوئے۔ تاحال وہ اسی عہدے پر فائز ہیں، اب تک اچھا تجربہ ہو چکا ہے قلم اور فکر دونوں نوجوان ہیں، اس لیے باتیں بھی نئی نئی ہی نکلتی ہیں، ہر ماہ مخصوص موضوع کے تحت جو خاص کالم ہے اس میں ان کا کوئی نہ کوئی اچھا مضمون ضرور چھپتا ہے۔

مولانا ذکی اللہ مصباحی: ان کا تعلق صوبہ جھارکھنڈ کے ضلع ہزاری باغ سے ہے ۲۰۰۰ء میں الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے فارغ ہوئے اس کے بعد درجۂ تخصص فی الادب والدعوہ جامعہ حضرت نظام الدین اولیا دہلی سے مکمل کرنے کے بعد اب مذکورہ مدرسے میں ہی تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ان کا شمار نوجوان قلم کاروں میں ہوتا ہے۔ متعدّد رسائل و مجلّات سے وابستہ ہونے کے ساتھ ساتھ "سہ ماہی پیام نظامی" لہرولی سنت کبیر نگر کے نائب مدیر ہیں۔ اور عربی اخبارات کے تراجم ماہنامہ جام نور، ماہنامہ ماہ نور" دہلی کو مسلسل نوازتے آرہے ہیں۔ روزنامہ راشٹریہ سہارا میں ان کے شائع شدہ مضامین کی ایک لمبی فہرست ہے۔ تنقیدی مزاج رکھنے کے ساتھ ساتھ وقت کے تقاضوں اور ملّی ضرورتوں کا پاس و لحاظ کرتے ہوئے اپنے آراء کا اظہار کرتے ہیں۔

اپنی بات: یہاں پر جو کچھ لکھا گیا ہے فضلائے اشرفیہ کی ادارتی خدمات کی ایک مدھ سی جھلک ہے، سچائی یہ ہے کہ ہم نے اپنے موضوع کا کما حقہ حق ادا نہیں کیا ہے۔ اپنی مصروفیتوں کے ہجوم میں بھی جو بن پڑا عاجلانہ قلم بند کر دیا جس سے بہر حال فضلائے اشرفیہ کی صحافتی خدمات پر روشنی پڑتی ہے لیکن اب تک موجودہ رسالے یا میگزین کے حوالے سے ہماری جماعت میں جو کام ہوا ہے وہ دینی سطح تک محدود ہے۔ لیکن اب تقاضائے زمانہ کا لحاظ کرتے ہوئے اگر دیکھا جائے توفی الوقت ہمیں ہر میدان میں قدم رکھنے کی ضرورت ہے خواہ وہ مذہبی ہو یا سیاسی، سماجی ہو یا معاشرتی ملکی ہو یا ملی۔ لہٰذا فرزندان اشرفیہ سے بالخصوص اور جملہ مسلمانوں سے بالعموم یہ گذارش ہے کہ وہ سائنس و ٹیکنالوجی، تعلیم، سیاست، سماج، تجارت، اقتصادیت اور خارجہ پالیسی ہر میدان میں اپنے آرا اور خیالات کی اشاعت کرائیں۔ اور اپنی آواز اردو اخبارات کے ساتھ ساتھ ہندی، انگریزی، عربی، اخبارات تک بھی پہنچائیں تاکہ بین الاقوامی طور پر ان کی آواز ملک و بیرون ملک میں ہر چہار جانب ہو سکے۔ ☆☆☆

کلامِ اسد

تبصرہ نگار: مبارک حسین مصباحی

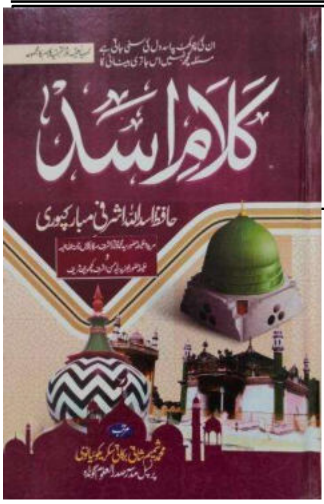

نام کتاب: کلامِ اسد
مصنف: حافظ اسد اللہ اشرفی مبارک پوری
مرتب: محمد شمیم شافی برکاتی سکریکوئیاوی
صفحات: 232
سنہ اشاعت: 1444ھ/2023ء
ناشر: المکتبۃ الازہریہ، بستی (یوپی)

ان کی چوکھٹ پہ اسد دل کی سنی جاتی ہے
مسئلہ کچھ نہیں اس جا تری بینائی کا

اس وقت ہمارے پیش نظر مجموعہ سخن "کلامِ اسد" ہے۔ مبارکپور کے عظیم شاعر و ناقد مہتاب پیامی نے یہ گلدستہ ہمیں پیش کیا۔ اندرونی ٹائٹل پر رقم ہے "ماہنامہ اشرفیہ - محمد عاصم بن اسد اللہ اشرفی — 3 فروری 2023ء، شاعر محترم المقام حافظ اسد اللہ اشرفی مبارک پوری ہیں، مقامِ مسرت ہے کہ آپ نازش طریقت حضرت سرکار کلاں مفتی سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ کے بابرکت دامن سے وابستہ ہیں۔ آپ پورہ صوفی مبارک پور کے باشندے ہیں، روحانی علاج و معالجہ میں اپنی ایک مثال ہیں۔ آپ سے بعض اہل علم بھی استفادہ کرتے رہے ہیں۔ چند افراد لکھتے ہیں کہ آپ کی قیام گاہ پر صبح سے شام تک مریضوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔ ہو سکتا ہے ہماری ملاقات ہوئی ہو مگر بر وقت یاد نہیں آرہا ہے۔

آپ کی ولادت غالباً 1955 میں ہوئی، سات برس کی عمر میں چیچک کی وبا آئی آپ بھی متاثر ہوئے اور دونوں آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئے، تقریباً ڈیڑھ برس کی عمر میں والدہ ماجدہ داغ مفارقت دے گئیں، گیارہ برس کی عمر میں والد ماجد جناب محمد سعید بھی دار فانی سے دائمی جدائی کر گئے، مشکلات سے گزرتے ہوئے دیگر اہل خانہ کی تربیت میں زندگی گزارنے لگے۔ 1970ء میں محلے کے جناب حافظ اکبر صاحب کی درس گاہ میں قرآن عظیم پڑھنے گئے اور قریب دس برس میں مکمل حافظ قرآن ہو گئے۔ آپ نیک دل اور پاکیزہ فکر و خیال کے حامل ہیں تصوف اور عملیات کی جانب فکری رجحان ہے۔ مرشدِ گرامی حضور سرکار کلاں کے اشارے پر آپ جناب محی الدین اشرفی (م:1987ء) سے روحانی استفادہ کرتے رہے ان کے بعد جناب طفیل احمد اشرفی (م:2000ء) سے تعویذات اور عملیات میں بصیرت حاصل کی۔

شعر و سخن کے حوالے سے محترم حافظ اسد اللہ اشرفی کے تحریری بیان کی تلخیص پیش خدمت ہے:

"بینائی سے محرومی کے سبب باوجود شوق کے کوئی تعلیم حاصل نہ کر سکا سوائے حفظ قرآن کے مگر بچپن سے ہی اہل علم کی مجالس میں بیٹھنا اٹھنا، خانقاہ میں آنا جانا، حضور سرکار کلاں کی حکمت بھری باتیں سننا مشغلہ رہا، میرے چچا حضرت مولانا عبد القادر مصباحی جو ایک اچھے شاعر بھی تھے ان کی صحبت میں بیٹھنا ان سے متعدّد شعرا کا کلام سننا، اور استاد گرامی حضرت محی الدین صاحب جو صوفیانہ اشعار کے کثیر ذخیرے کے حافظ بھی تھے ان سے بزرگوں کے کلام سننا معمول رہا۔ اکثر میں ان سے حضرت غلام حسین اشرفی خاکی کے کلام بڑے شوق سے سنا کرتا تھا۔ جس کے سبب شاعری کا ذوق پروان چڑھتا رہا۔ ایک دن میرے اکلوتے فرزند محمد عاصم نے بچوں کی نعت خوانی کے لیے انجمن بنائی اور مجھ سے نعتیہ کلام لکھنے کا مطالبہ کیا۔ میں نے اپنے انداز میں دو چار شعر اس کی دلجوئی کی خاطر لکھوا دیا۔ اسی دوران مشہور شاعر جناب افتخار صاحب ملت لوہیاوی میرے اشعار کو دیکھ کر ان کو درست کیا، اور میری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اس راہ میں قدم بڑھانے کا مشورہ دیا۔" (ص:14،15)

شعر و سخن میں عروضی قدروں کا اہتمام ضروری ہوتا ہے، خیر یہ تو بنیادی چیز ہے، کتنے ہی شعرا فنِ عروض سے ناواقفی کے باوجود شعر

وسخن میں انفرادیت رکھتے ہیں، لفظوں کا اہتمام، تشبیہات کی رنگینی، لب ولہجے کا بانکپن سب کچھ کسی قدر رہتا ہے۔ آپ کی اس کتاب میں فن سے کم مگر ذوق و جذبہ کی فراوانی نظر آتی ہے۔ ہم ذیل میں چند حمدیہ اشعار نقل کرتے ہیں۔

کوئی زمانے میں ہمدرد و غم گسار نہیں
ترے سوا کوئی دنیا میں کردگار نہیں
کریم موسم گل سے تو آشنائی دے
خزاں رسیدہ چمن واقف بہار نہیں
جو پیروی ترے احکام کی نہیں کرتا
ذلیل و خوار ہے اس کا کہیں وقار نہیں
جو شاد کام نہیں پی کے بادۂ وحدت
نظر میں اہل نظر کی وہ بادہ خوار نہیں

چند نعتیہ اشعار بھی ملاحظہ فرمائیے:

رکھو بسا کے دل میں محبت رسول کی
ہر موڑ پر پڑے گی ضرورت رسول کی
لیا موجِ تلاطم میں جو نامِ مصطفیٰ میں نے
صدا یہ غیب سے آئی سفینہ پار ہونے دو
کیے جاؤ جہاں تک ہو سکے ذکرِ شہِ والا
ضیائے معرفت سے قلب پر انوار ہونے دو
جب زمانے میں ہوا کوثر کے ساقی کا ظہور
نور کی بارش ہوئی لبریز ساغر ہو گیا
جب اسدؔ مہرِ رسالت ہو گیا جلوہ فگن
مٹ گئیں تاریکیاں عالم منور ہو گیا
رسولِ پاک کی الفت بشر کو کام آتی ہے
رضائے ربِ اکبر کا لیے پیغام آتی ہے
بسر ہو ان کے کوچے میں حیاتِ مستعار اپنی
دعا لب پر ہمیشہ ہر گھڑی ہر گام آتی ہے
تمام عمر درود و سلام میں گزرے
دعا ہے رب سے کہ ایسی زبان مل جائے
ضیائے شمعِ رسالت سے جو مزین ہو
حیات ایسی مجھے بے گمان مل جائے
ہر دم رکھو نصیب بنانے کی آرزو
یعنی درِ رسول پہ جانے کی آرزو
طیبہ میں آپ آئے تو انصار نے کہا
پوری ہوئی نگاہ بچھانے کی آرزو
مرا کام چلتا ہے ان کی عطا سے
دوعالم منور ہے جن کی عطا سے
تعلق ہے میرا شہِ انبیا سے
دوعالم منور ہے جن کی عطا سے
آپ مختار ہیں، یاں بندۂ لاچار ہوں میں
آپ کی چشمِ عنایت کا طلبگار ہوں میں

پیش نظر کتاب "کلامِ اسد" 232 صفحات پر مشتمل ہے۔ 51 صفحات پر اہل علم کے تاثرات ہیں باقی حمدیں، نعتیں اور منقبتیں ہیں مرتب فاضلِ اشرفیہ حضرت مولانا محمد شمیم شافی سیکریکوئیانوی ہیں۔ موصوف سنجیدہ، نیک سیرت اور بلند اخلاق ہیں۔ باصلاحیت ہیں اور نظم ونثر پر نظر رکھتے ہیں، سردست آپ مدرسہ صدر العلوم گونڈہ کے پرنسپل ہیں۔ آپ نے متعدد مقامات پر تدریسی کارگزاریاں انجام دی ہیں۔ آپ تقریباً چار برس تک ضلع اننت ناگ میں کشمیر کے معروف شہید ڈاکٹر قاضی نثار احمد علیہ الرحمہ [شہادت 19/20 جون 1994ء کی درمیانی شب] کے ادارے ادارہ تحقیقات اسلامی کے صدر المدرسین کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکے ہیں۔ 1996ء کی بات ہے قاضی شہید کے برادر نسبتی جناب شبیر عبد اللہ کشمیری سے ایشین گیسٹ ہاؤس جامع مسجد دہلی میں ملاقات ہوئی حضرت ڈاکٹر قاضی نثار احمد شہید کی کتاب "صلوٰۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" برائے اشاعت لائے تھے، آپ نے اصرار کر کے اس پر چند صفحات ہم سے لیے تھے جو بفضلہ تعالیٰ کتاب میں شامل ہیں۔ حضرت شہید کے فرزندار جمند برادرم ابویاسر کشمیری برسوں پہلے جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم تھے۔ ہم بھی شاید دو یا تین بار ادارہ تحقیقات اسلامی اننت ناگ کشمیر بحیثیت خطیب حاضر ہو چکے ہیں۔ ایک بار حضرت مولانا محمد شمیم شافی مدظلہ العالی سے بھی شرف نیاز حاصل ہوا تھا۔ ماشاء اللہ آپ نے پیشِ نظر کتاب کو بڑے سلیقے سے مرتب کیا ہے موصوف خود شاعر اور اچھے عالم ہیں اس لیے شرعی نزاکتوں کو بھی ملحوظ خاطر رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ کتاب کو مقبول فرمائے اور شاعر و مرتب کو ڈھیر ساری جزاؤں سے سرفراز فرمائے، آمین۔

تجزیہ

مصباحی صاحب کی حیات و خدمات کا خوب صورت مرقع

تبصرہ نگار: مولانا محمد عرفان قادری

محب محترم حضرت مولانا عرفان رضا مصباحی منیجر المجمع الاسلامی ملت نگر مبارک پور، اعظم گڑھ نے، صدر القرا، استاذ گرامی حضرت قاری ذاکر علی قادری صاحب دامت فیوضہم بانی و صدر المدرسین مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ کی خدمت میں بذریعہ ڈاک یہ تین کتابیں بھیجیں۔

1۔ مقالات مصباحی۔ 2۔ علامہ محمد احمد مصباحی احوال و افکار۔
3۔ فیض الحکمت

اول الذکر دو کتاب کے مصنف و مرتب ہیں جواں سال اور فکر رسا عالم دین حضرت مفتی توفیق احسن برکاتی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور جب کہ تیسری کتاب کے مصنف و مترجم حضرت علامہ مفتی احمد القادری مصباحی حفظہ اللہ (امریکہ) ہیں۔

کتابیں دست یاب ہونے کے بعد حضرت صدر القرا نے غایت درجہ خوشی کا اظہار کیا اور مولانا موصوف کا ذکر خیر کرتے ہوئے ناچیز راقم السطور کو حکم دیا کہ یہ بڑی اہم کتابیں ہیں، انہیں رجسٹر میں درج کر کے لائبریری میں محفوظ کر دیں۔

جناب مولانا عرفان رضا مصباحی کی اس عطا اور نوازش پر مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن ان کا شکر گزار ہے۔ ان کے حق میں یہ دعا ہے کہ اللہ رب العزت انہیں صحت و سلامتی عطا فرمائے اور ان کے تصنیفی و اشاعتی ادارہ کو مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین

صدر العلما عمدۃ المحققین علامہ محمد احمد مصباحی جہان سنیت میں ایک معتبر عالم دین کا نام ہے جنہیں اللہ رب العزت نے بے پناہ کمالات اور خوبیوں سے نوازا ہے۔

علامہ محمد احمد مصباحی صرف ایک فرد ہی نہیں بلکہ اپنے آپ میں ایک انجمن، ایک عظیم ادارہ اور عظیم محسن کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے اپنے عہد درس و تدریس سے لے کر عہد صدارت اور عہد ناظم تعلیمات کے اندر جامعہ اشرفیہ میں جو کارہائے نمایاں انجام دیے اور مختلف جہتوں سے اہل سنت و جماعت کی فلاح و بہبود کے لیے جو جدو جہد کی وہ آپ کی حیات کا ایک درخشاں باب ہے جسے ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ حضرت صدر العلما آج بھی اہل سنت کی علمی و فکری بلندی کے لیے اسی جذبہ اور خلوص کے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔ اللہ رب العزت علامہ موصوف کو مدت مدیر تک قائم و دائم رکھے اور ان کے تمام منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔

زیر تبصرہ کتاب ”علامہ محمد احمد مصباحی احوال و افکار“ علامہ موصوف کی حیات و خدمات کا خوب صورت مرقع ہے۔ جسے ان کے ایک شاگرد رشید نوجوان محقق و مصنف اور عظیم ناقد و شاعر محب مکرم حضرت علامہ توفیق احسن برکاتی مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے تصنیف کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہ کتاب مندرجہ ذیل پانچ ابواب پر مشتمل ہے:

(1) جامعہ اشرفیہ کا علمی اور ادبی ماحول (2) صدر العلماء: احوال و آثار (3) علمی اور تحقیقی یادگاریں (4) کتابوں کا تجزیاتی مطالعہ (5) افکار عالیہ

باب اول: جامعہ اشرفیہ کا علمی اور ادبی ماحول، 39 ذیلی عناوین کا مجموعہ ہے جس میں جامعہ اشرفیہ کی تعلیمی، تعمیری، ادبی، فقہی، مسلکی، تصنیفی، اشاعتی، تبلیغی اور تنظیمی خدمات کا تاریخی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

جلالۃ العلم ابو الفیض علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ معروف بہ حافظ ملت بانی الجامعۃ الاشرفیہ نے جامعہ اشرفیہ کو اپنے خون جگر سے پروان چڑھایا اور حافظ ملت کے تلمیذ رشید حضرت صدر العلما نے اپنی کسبی و وہبی صلاحیتوں سے جامعہ اشرفیہ کو نئے زمانے کے نئے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے میں انتہائی اہم اور تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ جامعہ اشرفیہ اور صدر العلما لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے اس سوانحی کتاب کے پہلے باب میں تاریخ اشرفیہ کو بیان کرنا بہت ہی مناسب ہے۔

باب دوم: صدر العلما: احوال و آثار میں 50 عناوین پر صدر العلما کی سیرت و سوانح اور احوال زندگی کو تفصیل کے ساتھ سپرد قرطاس کر کے ان کی علمی و ادبی حیثیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

ہمارے یہاں عام طور پر ذی علم شخصیات کی سوانح، کتابی

استاذ، مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن، شاہی مسجد بڑا چاند گنج لکھنؤ

صورت میں منظر عام پر لانے کی تگ و دو اس وقت کی جاتی ہے جب ان کا وصال ہو چکا ہوتا ہے۔ جب کہ یہ کام صاحب تذکرہ کی زندگی ہی میں انجام دیا جائے تو بہت بہتر ہوگا۔ کیوں کہ کتاب کسی بھی خلاف واقعہ بات سے پاک و صاف ہوگی اور اس کی معتبریت مسلم ہوگی بشرط یہ کہ کتاب کی ترتیب میں دیانت داری سے کام لیا جائے۔

اس تناظر میں مصنف کتاب کی یہ بات سو فیصد درست ہے:
"یہاں جو بھی حقائق ہیں غیر جانب داری اور دیانت کی میزان پر جانچنے، پرکھنے کے بعد ہی انہیں جگہ دی گئی ہے، نہ مبالغہ آرائی ہے نہ اظہار حقیقت سے گریز، بلکہ کہیں کہیں حقیقت بھی اس لیے بیان نہیں کی گئی ہے تاکہ لوگ اسے مبالغہ نہ سمجھ لیں"۔ (زیر تبصرہ کتاب، ص:20)

باب سوم: علمی و تحقیقی یادگاریں میں باعتبار سنہ اشاعت صدر العلما کی تمام مطبوعہ و غیر مطبوعہ 41 کتابوں اور تراجم و تحقیقات کا اشاریہ دیا گیا ہے اور مختصراً ان کا تعارفی جائزہ بھی شامل ہے۔

کتاب کا **چوتھا باب** صدر العلما کی 15 گراں قدر اور اہم کتابوں کے تفصیلی تجزیہ پر مشتمل ہے۔ جس میں مصنف نے بڑے کمال اور ہنر مندی کے ساتھ ہر کتاب کی علمی و ادبی حیثیت، اس کے مندرجات کا تعارف اور اس پر اہل علم کی رائیں، سب کو سلیقہ مندی کے ساتھ ضبط تحریر میں لانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

اس کوشش کو کتاب کی ایک نئی خصوصیت کا نام دیا جاسکتا ہے کیوں کہ عموماً سیرت و سوانح کی کتاب میں صاحب تذکرہ کی تصنیف کردہ کتابوں کے نام کا ذکر ہی کافی سمجھا جاتا ہے اور اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ لیکن مفتی توفیق احسن برکاتی نے اس روش سے ہٹ کر ایک نیا انداز اپنایا ہے جو ان کی اعلیٰ سوچ و فکر کا بین ثبوت ہے۔

پانچواں باب: افکار عالیہ میں حضرت مصنف نے صدر العلما کی کتابوں اور مضامین سے 65 علمی، ادبی، لسانی، دعوتی، تعلیمی اور تنظیمی فکر پاروں کو جمع کیا ہے اور آغاز میں اجمالی طور پر افکار عالیہ کے فیوض و برکات اور فوائد و ثمرات پر ضروری تبصرہ بھی شامل کیا ہے۔

حضرت مصنف کے زرنگار قلم سے لکھے گئے تبصرے کا ایک اقتباس بطور نمونہ آپ بھی پڑھیں:
"یہ نثری شہ پارے اس لائق ہیں کہ ان میں غور و خوض کیا جائے اور ان کی عصری تفہیم ہو، پھر اس کی روشنی میں شاہ راہ عمل متعیّن کی جائے۔ ان چھوٹے چھوٹے جملوں میں معانی کا ادراکاتی پہلو بھی ہے اور فکری جمالیات کا حسن بھی، ان سے اخلاص کی خوشبو بھی پھوٹتی ہے اور آگہی کا شعور بھی اٹھتا ہے۔ کہیں کہیں طنز کا تیکھا پن بھی ہے اور "ٹھیس نہ لگ جائے آبگینے کو" کا رنگ بھی منعکس ہے۔ یہ جملے ایک دردمند دل کی پکار ہیں، ان میں ایک حساس اور بیدار مغز انسان جیتا ہے، جو خوابیدہ سری کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ وہ خود حرکت و عمل کا عادی ہے اور چاہتا ہے کہ علم و عمل کا ایک کارواں اس کے ساتھ ساتھ چلے اور ہر چہار جانب دینی و علمی کاموں کا اجالا نظر آئے۔" (زیر تبصرہ کتاب، ص:542)

مجموعی طور پر یہ کتاب حضرت صدر العلما کی حیات و خدمات کے حوالے سے ایک دستاویزی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو صدر العلما کی مبارک زندگی کے اہم گوشوں اور اعلیٰ ترین خدمات کو اجاگر کرنے کے ساتھ جامعہ اشرفیہ کی شاندار تاریخ سے بھی روبرو کراتی ہے۔ کتاب کا اسلوب علمی، ادبی اور تحقیقی ہونے کے ساتھ اتنا دلچسپ ہے کہ قاری پڑھتا چلا جائے اور تھکن کا احساس تک نہ ہو۔

سراج الفقہا حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی شیخ الحدیث و صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ نے سات صفحات پر مشتمل جامع تقدیم بھی رقم فرمائی ہے اور مصنف کی اس کاوش کو خوب خوب سراہا ہے۔

مصنف کتاب حضرت مفتی توفیق احسن برکاتی ذی استعداد، ذمہ دار اور مخلص عالم دین اور اعلیٰ ظرف و طبع کے حامل انسان ہیں۔ علامہ نفیس احمد مصباحی شیخ الادب جامعہ اشرفیہ جو مصنف کے استاذ ہیں فرماتے ہیں جو ان کے تعارف کے لیے کافی ہیں:
"موصوف کا قلم بہت رواں ہے، جس کا ثبوت مختلف موضوعات پر ان کے تحریر کردہ پچاس سے زیادہ مقالات اور دو درجن سے زیادہ تاریخی، ادب اور مذہبی کتابیں ہیں، شعر گوئی کا بھی نکھرا ذوق رکھتے ہیں، میدان صحافت میں بھی اپنی مخلصانہ خدمات پیش کر چکے ہیں۔ یہ کتاب بھی ان کا ایک قلمی شاہ کار ہے جو تذکرہ نگاری اور سوانح نویسی کے باب میں ایک خوب صورت اضافہ ہے۔" (تقریظ بر کتاب ہذا)

بلا شبہ کتاب کے مصنف حضرت مفتی توفیق احسن برکاتی نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے کورونا وائرس کے قیامت خیز ماحول میں (اپریل تا دسمبر 2020ء کے درمیان) اس اہم اور دستاویزی کتاب کو تصنیف کیا ہے۔ جس کے لیے وہ تمام مصباحی برادران اور ارباب اشرفیہ کی جانب سے خصوصی مبارک باد اور شکریہ کے مستحق ہیں۔

امید کی جاتی ہے کہ ان کی یہ کتاب "صدر العلما شناسی" میں اہم کردار ادا کرے گی۔ ❊❊❊

خیابان حرم

مناقب

کلامِ داغ دہلوی

یہ دل محبوب سبحانی کے صدقے
محی الدین جیلانی کے صدقے

نثارِ قبۂ انور مہ و مہر
فرشتے قبرِ نورانی کے صدقے

تمھاری ذات سے ہے نظمِ عالم
جہانبانی کے سلطانی کے صدقے

میرے دل پر چلے وہ خنجرِ عشق
مَلک ہوں جس کی قربانی کے صدقے

تمھارے لطف پنہانی کے قرباں
تمھارے فیض روحانی کے صدقے

یہ دل ہو اور موج قلزم عشق
یہ کشتی، موجِ طوفانی کے صدقے

یہ زیبا ہے جو ہوں لوح و قلم بھی
تمھارے اسمِ لاثانی کے صدقے

فدائے شمع ، پروانہ ہو اے داغ
ہم اپنے قطب ربانی کے صدقے

فصیح الملک **داغ دہلوی**

کہاں تلاش کروں

نہایت مشفق وکرم فرما استاذ حضرت علامہ **اسرار احمد عزیزی** علیہ الرحمہ کی ناگہاں رحلت سے متاثر ہوکر

بہار علم و ہنر کو کہاں تلاش کروں
قرار اہل نظر کو کہاں تلاش کروں
وہ باغ حافظ ملت کے تھے حسین گلاب
کمال فن کے گہر کو کہاں تلاش کروں
بڑے شفیق تھے میرے وہ ذی حشم استاذ
میں چرخ دیں کے قمر کو کہاں تلاش کروں
تھی ذات ان کی جلال و جمال کی پیکر
میں شام غم کی سحر کو کہاں تلاش کروں
تھا ان کے رشد وہدایت میں منزلوں کا نشاں
نگاہ ناز سفر کو کہاں تلاش کروں
عجب تھی ان کے تکلم سے آگہی مربوط
منار فتح و ظفر کو کہاں تلاش کروں
وہ بے مثال تھے پر جوش خیر کے داعی
اب ایسے ماحی شر کو کہاں تلاش کروں
ہزاروں علم کے اثمار کا ہے جن سے وجود
تناور ایسے شجر کو کہاں تلاش کروں
وہ قدسی دے گئے انمٹ مفارقت کا داغ
اب ان کی راہ گزر کو کہاں تلاش کروں

سید اولاد رسول قدسی مصباحی، نیویارک امریکہ

کیا کیا کہوں

حضرت علامہ **اسرار احمد عزیزی** علیہ الرحمہ
کی یاد میں

دریائے فکر وفن کا کنارا کہوں تجھے
بوالفیض کی نگاہ کا تارا کہوں تجھے
ابنائے اشرفیہ کا پیارا کہوں تجھے
میں علم و آگہی کا منارا کہوں تجھے
کیا کیا کہوں اے حضرت اسرآر محتشم
استاذ محترم مرے استاذ محترم

تدریس کے جہان میں تو باکمال تھا
مسند پہ درسگاہ میں تو پر جلال تھا
ہر لفظ تیرا حق و صداقت پہ دال تھا
سچ ہے کہ سادگی میں تو گدڑی کا لعل تھا
کیا کیا کہوں اے سالک جنت تری قسم
اے شاہ ذوالکرم مرے استاذ محترم

منصف مزاج صاحب تقویٰ کہوں تجھے
اسلاف کی حیات کا جلوہ کہوں تجھے
راہ عمل میں زیست کا فتویٰ کہوں تجھے
یعنی رسول پاک کا شیدا کہوں تجھے
کیا کیا لکھوں ہے آپ پر اللہ کا کرم
افکار ذی حشم مرے استاذ محترم

سادہ چلن مزاج میں نرمی کی وسعتیں
عظمت میں باوقار مروت کی رفعتیں
تھے سنگ میل سامنے دکھتی تھیں منزلیں
اللہ رے وہ رُخ پہ تہجد کی برکتیں
کیا کیا کہوں میں کیسے لکھوں قصہ الم
شیدآ شریک غم ہے اے استاذ محترم

ارشاد احمد شیدآ مصباحی

صداے بازگشت

قانونی عمر سے پہلے شادیوں پر گرفتاریاں

مکرمی! آسام میں گزشتہ دس گیارہ دنوں میں 3015 لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے جن میں نو عمر لڑکے، اُن کے والد اور نو عمر لڑکوں کی شادی کروانے والے شامل ہیں۔ اس نئی مصیبت کے پیش نظر آسام کے عوام کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا کریں۔ نو عمر لڑکیوں کو روتے دھوتے، پولیس کے آگے ہاتھ جوڑتے اور یہ فریاد کرتے ہوئے دیکھا گیا کہ وہ اُن کے شوہروں کو بخش دیں۔ ایسی اطلاعات بھی ملی ہیں کہ بہت سی حاملہ خواتین اس ڈر سے اسپتال نہیں جا رہی ہیں کہ کہیں پولیس ان کے شوہر کا نام اور پتہ حاصل کر کے گرفتار نہ کر لے۔ انڈیا ٹوڈے کی ایک خبر کے مطابق جنوبی سالمارا منکاچر ضلع کی ایک دوشیزہ نے پولیس کارروائی کے ڈر سے خودکشی کر لی۔ اس دوشیزہ کی شادی کو ابھی تین ہی ماہ ہوئے تھے۔ بعض اطلاعات کے مطابق گرفتاری کے ڈر سے اب تک تین افراد خودکشی کر چکے ہیں جن میں دو خواتین اور ایک مرد ہے۔ جس مرد نے خودکشی کی وہ برائی باری (گوری پور تھانہ) کا باشندہ ہے۔ چوں کہ اس کی شادی قانونی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہوئی تھی اس لیے گرفتاری کے خوف نے اُسے انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کیا۔ اس شخص کے دو چھوٹے بچے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ پولیس مبینہ طور پر ان شادیوں کا ریکارڈ حاصل کر رہی ہے جو کئی سال پہلے ہوئی تھیں۔ بہ الفاظ دیگر مزید گرفتاریاں طے ہیں اور شاید اسی لیے ریاستی وزیر اعلیٰ نے اس سلسلے کے جاری رہنے کا اعلان کیا اور کہا ہے کہ یہ کارروائی 2026ء کے اسمبلی الیکشن تک جاری رہے گی۔ ہم یہ نہیں سمجھ پائے کہ اسمبلی الیکشن کا حوالہ کیوں دیا گیا۔ کیا اس کارروائی کا مقصد سماجی اصلاح نہیں، انتخابی مفاد ہے؟

واضح رہے کہ جن کے خلاف کارروائی ہو رہی ہے، وہ ایسے غریب لوگ ہیں جنہیں حالات کے جبر نے تعلیم حاصل کرنے سے روکا محنت مزدوری کے ذریعہ پیٹ پالنے والے ان لوگوں کو علم نہیں ہے کہ قانون کیا کہتا ہے۔ انہیں یہ علم نہیں ہے کہ لڑکے اور لڑکی کی شادی قانونا کس عمر میں ہونی چاہیے۔ یہ شادیاں اس لئے ہوگئیں کہ متعلقہ علاقوں میں اب تک اتنی ہی عمر میں شادیاں ہوتی رہی ہیں۔ اگر حکومت کا فیصلہ تھا کہ جو قانون ہے اُسے سختی سے نافذ کیا جائے گا تو اس کی اطلاع عام کی جانی چاہیے تھی، لوگوں کو سمجھانا اور بتانا چاہیے تھا کہ قانون کیا کہتا ہے۔ ریاستی حکومت نے قانون کے تعلق سے بیداری کی مہم نہیں چلائی، لوگوں کو متنبہ بھی نہیں کیا اور اچانک پولیس کو حکم دے دیا کہ نو عمروں کی شادی کے خلاف قانونی چارہ جوئی کرے۔ چوں کہ قانون موجود ہے اس لیے چارہ جوئی کا جواز ہے مگر چاہ جوئی کے کئی طریقے ہیں۔ ان لوگوں کو نوٹس دیا جا سکتا تھا یا ان سے جرمانہ وصول کیا جا سکتا تھا۔ مگر حکومت نے ایسا کچھ نہیں کیا بلکہ سیدھے دھاوا بول دیا، گرفتاریاں شروع کر دیں اور اب اسے کسی کارنامے کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔

اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ ریاستی حکومت عوام کو خوفزدہ کرنا چاہتی ہے۔ سمجھا جاتا ہے کہ گرفتار شدگان میں بڑی تعداد اقلیتی فرقے کے لوگوں کی ہے۔ ہم اپنے ذرائع سے اس کی تصدیق نہیں کروا سکے مگر یہ قرین قیاس ہے۔ اس کارروائی پر وہ تنظیمیں بھی دم بخود ہیں جو قانونی عمر سے پہلے ہونے والی شادی کی مخالف ہیں۔ حکومت آسام کو سماجی اصلاح مقصود ہے تو سماجی بیداری کی مہم چلائے اور اگر انتخابی فائدہ مقصود ہے تو اس کے لیے گھر نہ اجاڑے اور ان غریب مزدوری پیشہ لوگوں کو خودکشی پر مجبور نہ کرے۔ ووٹ حاصل کرنے کے کئی طریقے ہیں۔ انہیں اعتماد میں لے کر بھی ووٹ لیا جا سکتا ہے۔ جمہوریت میں ڈرانا کیا معنی رکھتا ہے؟ (از: روزنامہ انقلاب)

عقیدت مندیاں دراصل آپ کی سعادت مندیاں

بملاحظہ گرامی محبی مخلصی مبارک العلما والفضلا علامہ مبارک حسین مصباحی صاحب زید مجدہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور جمادی الاخری 1444ھ/جنوری 2023ء کے شمارے کی پی ڈی ایف فائل فردوسِ نظر ہوئی، حسب سابق یہ شمارہ بھی مضامین ومقالات کے حوالے سے خوب تر ہے۔ اللھم زد فزد۔ تفصیلی تاثر ایک دو دنوں تک حاضر کرتا ہوں ان شاء اللہ۔

48ویں عرس حافظ ملت کی مختصر روداد پڑھ کر قاری اپنے آپ کو عرس کی پروقار تقریبات میں حاضر محسوس کرتا ہے۔

آپ نے نہایت انوکھے اور البیلے انداز میں "عقیدت مندیاں" کے عنوان پر ایک انفرادی مقالہ لکھا ہے جو اصل میں آپ کی "سعادت مندیاں" تصور کیا جائے گا۔ ماشاءاللہ ماشاءاللہ ماشاءاللہ۔ بہت خوب اللھم زد فزد۔

سہ ماہی مجلہ "خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" (انٹر نیشنل) کے دوسرے شمارے کی ترتیب تہذیب آخری مراحل میں داخل ہو چکی ہے لیکن ابھی تک آپ کی "تحریر منیر" نہیں پہنچی۔ نہایت ہی شدت سے انتظار ہے۔ تمام احباب کی خدمت میں فقیر کا نیاز مندانہ سلام پہنچادیں۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ والسلام مع الاکرام

گدائے کوئے مدینہ شریف

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

برہان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

الجامعۃ الاشرفیہ کے سربراہ اعلیٰ کا اعلان حق

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ (یوپی: الہند) برصغیر پاک و ہند میں اہل سنت و جماعت کا نہایت ہی معیاری اور معروف تدریسی ادارہ ہے ۔ یہ حضور حافظ ملت علامہ الشاہ الحاج عبدالعزیز محدث مبارک پوری دائم الحضوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات و نظریات کا امین ہے۔ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ آپ ساری زندگی مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد و نظریات کے ترجمان رہے ہیں۔ اس حقیقت کو مخالفین بھی تسلیم کر چکے ہیں کہ " انہوں نے نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی ہے "۔

حضرت حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ نے الجامعۃ الاشرفیہ کے ذریعے علم و عرفان کی جس آب یاری کا آغاز فرمایا تھا وہ اب بھی اسی برق رفتاری سے جاری و ساری ہے۔ اس ادارہ کے فارغین دنیا بھر میں علمی ، ادبی ، تحقیقی، تدریسی، تصنیفی اور تبلیغی خدمات پوری قوت و توانائی سے نہایت ہی احسن انداز میں سرانجام دے رہے ہیں اور فخریہ طور پر اپنے آپ کو "فرزندان اشرفیہ" کہلاتے ہیں۔

بدقسمتی سے اس پرفتن دور میں ہماری کئی خانقاہوں اور اداروں پر براجمان کئی شخصیات اعتقادی اور نظریاتی طور پر استقامت نہ دکھا سکے اور وہ بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ اس ادارے سے بھی فارغ ہونے والے چند افراد اعتقادی اور نظریاتی طور پر بے راہ روی کا شکار ہوئے ہیں اور طرفہ تماشا تو یہ ہے وہ ابھی تک اپنے آپ کو فرزندانِ اشرفیہ ہی میں شمار کرتے ہیں حالاں کہ اشرفیہ نے ایسے لوگوں کو "مصباحی" کی نسبت لگانے سے بھی روکا اور ٹوکا ہے۔ اس پر ماہ نامہ "اشرفیہ" مبارک پور کے صفحات شاہد و ناطق ہیں۔

امسال بانئ ادارہ حضور حافظ ملت محدث مبارک پوری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کے موقع پر دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کے سربراہ اعلیٰ حضور عزیز ملت حضرت علامہ شاہ عبدالحفیظ عزیزی دامت برکاتہم العالیہ نے ایک بار پھر اپنے تشکراتی خطاب میں مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ کی پرزور تائید مزید فرما کر پوری دنیائے سنیت کا سر فخر سے بلند فرمادیا ہے۔ اب اس کے باوجود بھی جو شخص اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فیصلہ کن کتاب "حسام الحرمین" کو ماننے سے پس و پیش کرے اور پھر نہایت ڈھٹائی سے اپنے آپ کو "فرزندانِ اشرفیہ" ہی میں شمار کرتا پھرے تو یقیناً یہ اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

حضور عزیز ملت دامت برکاتہم العالیہ کی طرح ہمارے دیگر مدارس کے سربراہان اور خانقاہوں کے سجادہ نشینان بھی دو ٹوک الفاظ میں "حسام الحرمین" کی تائید مزید میں اپنی اپنی طرف سے ایک ایک اعلامیہ جاری فرمادیں تو نہ صرف فتنۂ سراویہ بجنوریہ بلکہ فتنۂ صلح کلیت کے غبارے سے بھی رہی سہی ہوا خارج ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہمیں اپنے اکابرین کی راہ حق پر نہایت ہی ثابت قدمی سے چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔

آمین ثم آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلماملتہ اجمعین۔

دعاگو و دعاجو: گدائے کوئے مدینہ شریف

احقر سید صابر حسین شاہ بخاری قادری غفرلہ

مدیر اعلیٰ سہ ماہی مجلہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (انٹر نیشنل)

برہان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

—✻—✻—✻—

خیر و خبر

دار العلوم اہلِ سنت مدرسہ قاسمیہ، آسام

آسام میں اہل سنت والجماعت کا ایک عظیم الشان دینی علمی ادارہ ہے جس میں عصری علوم کے ساتھ دینی علوم (درس نظامی اعدادیہ تا ثانیہ) جامعہ اشرفیہ مبارک پور ضلع: اعظم گڑھ یوپی کے نصاب کے مطابق پڑھائی ہوتی ہے، ساتھ ساتھ حفظ قرآن کی شاندار تعلیم ہوتی ہے۔ کھانے پینے رہنے سہنے کا معقول انتظام و انصرام ہے۔

آج اس مدرسے کی نئی بلڈنگ کی بنیاد پیر طریقت رہبر راہ عشق رسالت رئیس الاتقیا سیّد حامد حسن صاحب قادری، نقشبندی مجددی سجادہ نشین آستانہ عالیہ حسنی حضوری کے مُبارک ہاتھوں سے رکھا گیا، آپ احباب کی بارگاہ میں دعا کی درخواست ہے۔

اللہ ربّ العزت اپنے حبیب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے اس مدرسے کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اہل سنت و جماعت کا عظیم الشان دینی قلعہ بنائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

از۔ مولانا ہاشم علی الحضوری آسام

دار العلوم غوثیہ حضوریہ اعظم گڑھ (یوپی)

مولانا کلیم اشرف شریفی گونڈوی کو پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض

مولانا کلیم اشرف شریفی گونڈوی کو پی ایچ ڈی کی ڈگری تفویض کی گئی ہے، مولانا موصوف نے برکت اللہ یونیورسٹی بھوپال (مدھیہ پردیش) سے "ملفوظات امام احمد رضا ایک مطالعہ "عنوان پر اعزاز فضیلت (پی ایچ ڈی) حاصل کیا اور باب رضویات میں ایک علمی گلشن آباد کیا ہے۔ یہ غالبًا ملفوظات اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر پہلی پی، ایچ، ڈی ہے جس کی تکمیل ڈاکٹر کلیم اشرف گونڈوی کی محنتوں کا ثمرہ ہے۔ موصوف کے نگراں محترم ڈاکٹر رضوان الحق این. سی. آر. ٹی. دہلی اور معاون نگراں محترمہ ڈاکٹر فرزانہ غزال صاحبہ بھوپال تھیں۔ اس اعزاز پر تہنیت و تبریک کی سوغاتیں نذر ہیں۔ مولانا فیاض احمد مصباحی، مولانا غیاث الدین احمد مصباحی، مولانا محب احمد علیمی، مولانا توصیف رضا مصباحی، مولانا نوشاد احمد خان مصباحی عظیمی نے مولانا کلیم اشرف شریفی کو اس کامیابی پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے دعاؤں سے نوازا ہے۔ **از: نور الہدیٰ مصباحی**

دعوت اسلامی کے زیرِ اہتمام جلسۂ معراج النبی کا اہتمام

مبارکپور، اعظم گڑھ، عالمی تحریک دعوتِ اسلامی کے تحت سابقہ روایت کو برقرار رکھتے ہوئے جامع مسجد راجہ مبارک شاہ میں جلسۂ معراج النبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کا انعقاد کیا گیا۔ جس کا آغاز بعد نماز عشا تلاوت قرآن پاک سے ہوا، اور مولانا محبوب عزیزی نے اجتماع کے اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے حاضرین کا شکریہ ادا کیا۔ مولانا اقبال مصباحی نے آخرت کی تیاریوں کے حوالے سے لوگوں میں عزم و حوصلے کی روح پھونکتے ہوئے انھیں دعوت اسلامی کے دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب دی۔ انھوں نے کہا کہ دعوت اسلامی جہاں مسجد، مدرسہ بنا کر اور کتابیں تقسیم کر کے دین کا کام کرتی ہے وہیں غریب نواز ریلیف فاؤنڈیشن کے تحت امت مسلمہ کی خدمت بھی کرتی ہے اور جہاں کہیں قدرتی آفات جیسے کہ سیلاب اور زلزلہ وغیرہ سے لوگ تباہ ہوتے ہیں وہاں اس شعبے کے تحت ان کی مالی اور اشیاے ضروریہ سے بھرپور امداد کی جاتی ہے۔ اجتماع کا اختتام سلام و دعا پر ہوا۔

از: مولانا رحمت اللہ مصباحی

نظامِ تعلیم کی تباھی قوم کی تباھی

ساؤتھ افریقہ میں ایک یونیورسٹی کے دروازے پر یہ فکر انگیز جملے درج ہیں: "کسی قوم کو تباہ کرنے کے لیے ایٹم بم اور دور تک مار کرنے والے میزائلز کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کے نظام تعلیم کا معیار گرادو اور طلبا و طالبات کو امتحانات میں نقل لگانے کی اجازت دے دو، وہ قوم خود تباہ ہو جائے گی۔ ناکارہ نظام تعلیم سے نکلنے والے ڈاکٹرز کے ہاتھوں مریض مرتے رہیں گے۔ انجینئرز کے ہاتھوں عمارات تباہ ہو جائیں گی۔ معیشت دانوں کے ہاتھوں دولت ضائع ہو جائے گی۔ مذہبی رہنماؤں کے ہاتھوں انسانیت تباہ ہو جائے گی۔ ججز کے ہاتھوں انصاف کا قتل ہو جائے گا۔ نظامِ تعلیم کی تباہی قوم کی تباہی ہوتی ہے۔

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.28 2023-25

THE ASHRAFIA MONTHLY

FEB 2023

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA)

(Mob. No.) 9450109981 (Mumbai Office) 022-23726122 (Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459

www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا علمی فیضان ہندوستان گیر ہی نہیں بلکہ اب عالم گیر ہوگیا ہے۔ اشرفیہ نے جس برق رفتاری سے ارتقائی منزلیں طے کی ہیں اشرفیہ کے معاونین اور دیگر اہلِ خیر اس سے بخوبی واقف ہیں۔ اس وقت دو سو پچاس سے زائد افراد پر مشتمل ایک متحرک اور فعال اسٹاف اپنے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہے اور مختلف شعبوں میں تقریباً گیارہ ہزار طلبہ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ بیرونی طلبہ کی خوراک، رہائش اور اساتذہ و ملازمین کی تنخواہوں پر ایک خطیر رقم سالانہ خرچ کی جاتی ہے۔ لہٰذا یہ ادارہ بجا طور پر اہلِ خیر حضرات کی خصوصی توجہ کا طالب ہے۔ والسلام

عبدالحفیظ عفی عنہ
سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

DONATION

You can make donation by cheque, Draft or by online in the favour of-

(For Education) برائے تعلیمی چندہ	(For Construction) برائے تعمیری چندہ
(1) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Central Bank of India** **A/C 3610796165** IFSC. Code: CBIN 0284532	(1) Aljamiatul Ashrafia **Central Bank of India** **A/c 3610803301** IFSC. Code: CBIN 0284532
(2) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Union Bank of India** **A/C 303001010333366** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301	(2) Aljamiatul Ashrafia **Union Bank of India** **A/c 303002010021744** IFSC. Code: UBIN 0530301 Branch Code: 530301
(3) Darul Uloom Ahle Sunnat Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom **Punjab National Bank** **A/c 05752010021920** IFSC. Code : PUNB0057510	(3) Aljamiatul Ashrafia **Punjab National Bank** **A/c 05752010021910** IFSC. Code : PUNB0057510

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12

BHIM
BHARAT INTERFACE FOR MONEY

BHIM UPI Payments Accepted at
Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Account Number : 3610796165, IFSC Code: CBIN0284532

SCAN & PAY ANY UPI SUPPORTED APPS

Only for Foreign Countries. FCRA Registration. No.236250051 Nature: Educational Social. For Account Detail, please visit http://aljamiatulashrafia.in/donation.php?lang=EN